لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے ہر پہلو کے لئے مکمل نمونہ

وہ تمام اشخاص جو کسی مذہب کے حلقۂ اطاعت میں داخل ہوں ناممکن ہے کہ وہ کسی ایک ہی صنف انسانی سے متعلق ہوں، اس دنیا کی بنیاد ہی اختلاف عمل پر ہے۔ باہمی تعاون اور مختلف پیشوں اور کاموں ہی کے ذریعہ سے یہ دنیا چل رہی ہے۔ اس میں بادشاہ یا رئیس جمہور اور حکام بھی ضروری ہیں اور محکوم مطیع اور فرمانبردار رعایا بھی، امن وامان کے قیام کے لئے قاضیوں اور ججوں کا ہونا بھی ضروری ہے اور فوجوں کے سپہ سالاروں اور افسروں کا بھی، غریب بھی ہیں اور دولت مند بھی، رات کے عابد وزاہد بھی ہیں اور دن کے سپاہی اور مجاہد بھی، اہل وعیال بھی ہیں اور دوست واحباب بھی، تاجر اور سوداگر بھی ہیں اور امام اور پیشوا بھی، غرض اس دنیا کا نظم ونسق ان مختلف اصناف کے وجود اور قیام ہی پر موقوف ہے اور ان تمام اصناف کو اپنی اپنی زندگی کے لئے عملی مجسمہ اور نمونہ کی ضرورت ہے، اسلام ان تمام انسانوں کو سنتِ نبوی کی اتباع کی دعوت دیتا ہے، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ مختلف طبقاتِ انسانی کے لئے اپنے پیغمبر کی عملی سیرت میں نمونے اور مثالیں رکھتا ہے، جو ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ ہدایت کا چراغ بن سکتا ہے، اس کے صرف اسی نظریے سے ثابت ہو جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی سیرت میں جامعیت ہے یعنی انسانوں کے ہر طبقہ اور صنف کے لئے اس کی سیرت پاک میں نصیحت پذیری اور عمل کے لئے درس اور سبق موجود ہیں، ایک حاکم کے لئے محکوم کی زندگی اور ایک محکوم کے لئے حاکم کی زندگی، ایک دولت مند کے لئے غریب کی زندگی اور ایک غریب کے لئے دولت مند کی زندگی کامل مثال اور نمونہ نہیں بن سکتی۔ اسی لئے ضرورت تھی کہ عالمگیر اور دائمی پیغمبر کی زندگی ان تمام مختلف مناظر کے رنگ برنگ پھولوں کا گلدستہ ہو۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ

(از خطبات مدراس ص ۸۳)

فی شمارہ ۶ روپے

سالانہ ۱۳۰ روپے

۲۵ رجون ۲۰۰۱ء

Regd. No.LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376

R.N.I.No.UP.URD.03615/24/1/2001-Tc
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864

FORTNIGHTLY

TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA. LUCKNOW-226007(India) Rs.6/-

ھوالشافی

ایک بار خدمت کا موقع دیں

روز آنہ سپر جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ پاور، دھوپ کے فینسی چشموں کا

ایک خاص مقام

چشمہ گھر

مہاجنی ٹولہ ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر اعظم گڑھ

60082

آپٹیشن ایچ، رحمن

Ph.No 260433 ~ 242946

آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے زیورات کے لئے

ہمارا نیا شوروم

گھنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

بطینا

قبض اور گیس کی کامیاب دوا

• قبض، گیس، ڈکار
• جلن، گرانی اور بدہضمی کے لئے
• بیحد مفید چورن

استعمال کریں، آرام پائیں۔

HASANI PHARMACY

117/41 Gwynne Road, Lucknow - 226018 Ph. 202677

حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

AFZALS MAU CITY

مئو کا بنا

درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی مشہور دوا

نورانی تیل

انڈین کیمیکل کمپنی، مئو ناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے

AUTO REFRCCTO METER AR-860

فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور دھوپ کے چشموں کا خاص مقام

ایک بار خدمت کا موقع دیں

آپٹیشن ایچ۔ رحمن (علیگ)

شنکر جی کی مورتی کے نزدیک معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Majlis Sahafat-wa-Nashriyat, Nadwatul Ulama at Parekh offsetPressTagore Marg, Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

اخلاق ورجحانات پر نماز کا اثر

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ ط
"بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔"

نماز اخلاقِ رزیلہ، برائی و بے حیائی کے کاموں اور وقتی لذت پسندی اور ہوس پرستی کو ختم کرنے میں جو تاثیر رکھتی ہے، وہ کلمۂ توحید کے سوا کسی اور چیز میں نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز انسان کا رخ تبدیل کر دیتی ہے اور اس کو ایک نیا ذوق نئی طلب اور نیا ذہن عطا کرتی ہے، وہ اس کو حقیر و پست کاموں سے نکال کر بلند کاموں کی طرف لے جاتی ہے "تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" اس کے دل میں ایمان کی محبت اور ایمان کا شوق پیدا کرتی ہے، اور کفر و فسق و نافرمانی کو اس کے لئے مکروہ و مبغوض بنا دیتی ہے۔ "تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ"!

لیکن یہ سب اسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ نماز حقیقی ہو۔ "أن تعبد اللہ کأنك تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراك" (اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) کی کیفیت سے سرشار ہو اور وہ زندگی اور حرارت اور قوت سے لبریز ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر چیز میں ایک چیز "لازم" اور ایک "متعدی" ہوتی ہے۔ "لازم" تو یہ ہے کہ اس کا عمل اسی تک محدود رہ جائے اس سے تجاوز نہ ہو، نماز کا "لازم" یہ ہے کہ نماز میں "کأنہ" ہر ایک کا منظر ہو، احسان کی صفت نماز کے اندر پیدا ہو جائے: اگر یہ (نمازی) خدا کو نہ دیکھے تو خدا اسے دیکھ رہا ہے، یہ خیال دل میں پیدا ہو جائے، یہ نماز "لازمی" ہے!

اور ایک نماز "متعدی" بھی ہے، اور وہ کس طرح؟ دو طرح سے نماز متعدی ہے، ایک نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے متعدی ہے اور دوسرے کے لحاظ سے بھی متعدی ہے، نماز کا تعدیہ یہ ہے کہ "اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" نماز جب ختم ہو جاتی ہے تب بھی متعدی رہتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ نماز، نماز پڑھنے والے کو "فحشاء" سے روکتی ہے، متعدی نماز سے اس بات کی توقع ہو جاتی ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کو گناہ سے روکے گی، تو متعدی نماز کے لئے یہ معیار مقرر کیا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ" کہ نماز ہو تو گناہ نہ ہو اور اگر نماز پڑھنے کے بعد نفس کی ترغیب رہی اور گناہ کی طرف چل پڑا تو یہ نماز لازمی ہے، متعدی نہیں ہے، اگر نماز پڑھنے والا گناہ سے رک گیا تو یہ نماز متعدی ہے، نماز پڑھنے والے کے اعتبار سے۔

پھر اگر یہ نماز میں زیادہ متعدی کی صفات ہوں تو یہ اس پر ہی انحصار نہیں ہے کہ وہ نماز خود گناہ سے روکتی ہے، بلکہ اگر نماز صحیح ہو جائے، تو یہ نماز وہاں کے ماحول سے ٹکراتی ہے اور وہاں کے ماحول اور نماز کے مابین جنگ ہوتی ہے، پھر یہ نماز اصلاح تذکیر محاسبہ اور احتساب پر آمادہ کرتی ہے۔

اسی لئے آپ دیکھئے کہ حضرت شعیبؑ نے جب اپنی قوم کو توحید اور تقویٰ و طہارت کی زندگی اختیار کرنے کی دعوت دی اور ظلم و حق تلفی اور ناپ تول میں کمی کے انجام سے ان کو ڈرایا تو انھوں نے حضرت شعیبؑ کی زندگی میں جستجو کی اور دیکھا کہ ان میں اور قوم میں کیا فرق ہے؟ یہ جو حلال و حرام میں اور فساد و اصلاح میں اور خدا کی اطاعت اور معصیت میں اور مسئلہ و غیر مسئلہ پر فرق کو معلوم کیا، تو ان میں بعض فراست والوں نے سمجھ لیا کہ ان میں یہ چیز پیدا کرنے والی ان کی نماز ہے، وہ یہ سمجھ گئے اور کہنے لگے:-

"یَاشُعَیْبُ أَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ"

کہ اے شعیبؑ کیا تمہاری نماز اس سے روکتی ہے؟ اور قرآن نے ان کے اس سوال کی تردید نہیں کی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں، یہ متعدی ہونے کا دوسرا پہلو ہے، پہلا متعدی پہلو یہ ہے کہ نماز پڑھنے والے کو بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے، پھر دوسرا متعدی پہلو یہ ہے کہ وہ نماز دوسروں کو برائی سے روکنے والی بنتی ہے، ورنہ حضرت شعیبؑ کی قوم ان کو نہ پہچانتی لیکن یہ پہچان لینا کہ اس نماز نے ہی حضرت شعیبؑ کو ہم سے الگ کر دیا ہے۔ یہ متعدی پہلو ہے۔

(قرآنی افادات ص ۱۶۳ تا ص ۱۶۴)

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

پندرہ روزہ
تعمیر حیات
لکھنؤ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ جون سنہ ۲۰۰۱ء | مطابق | ۳ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر ۱۶

نگران اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء
مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی
مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون
سالانہ ---- ۱۳۰/= روپے
فی شمارہ ---------- ۶/= روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر
☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں
منیجر

گذارش
خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

خط و کتابت کا پتہ
منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپیوٹرائزیشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس شمارے میں

نمبر	مضمون	مصنف	صفحہ
۱	اخلاق وروحانیات پر نماز کا اثر	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ	۲
۲	انسانی قدریں (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	مردم گری اور انسان سازی میں استاد کی اہمیت	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۶
۴	ربیع الاول کے بعد ہم اپنا جائزہ لیں	مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۱۲
۵	بیٹیوں کی مثالی رخصتی	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری	۱۳
۶	مولانا رشید الدین حمیدیؒ کا حادثۂ ارتحال	(ادارہ)	۱۵
۷	مدارس اسلامیہ انسانیت کے شفاخانے ہیں	انیس چشتی	۱۶
۸	آیات قرآنی کی روشنی میں پردہ کا حکم	مختار احمد ندوی بجنوری	۱۸
۹	بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے (نظم)	امۃ اللہ تسنیم	۱۹
۱۰	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۰
۱۱	گھانا میں اسلام کی مقبولیت	عبدالسلام حمزہ	۲۱
۱۲	ہر سال بیس ہزار امریکی اسلام قبول کرتے ہیں	محمد ذیشان ندوی	۲۳
۱۳	شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے	نذر الحفیظ ندوی	۲۴
۱۴	مختصر عالمی خبریں	سعید اشرف ندوی	۲۸
۱۵	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۹
۱۶	محمد نام کے چار خوش نصیب محدثین	(ماخوذ)	۳۱
۱۷	طالب دنیا۔ طالب دین (نظم)	انیس احمد الہ آبادی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زرضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 30/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 40/=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

مدینہ منورہ
Mr.TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No.842
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ
Mr.M.AKRAM NADWI Sb.
O.C.I.S.St Cross College.
Oxford Ox1 3TU-U.K

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI Sb.
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI Sb.
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH Sb.
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI Sb.
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

Website:www.nadwatululama.org
E-mail Address:
nadwa@sancharnet.in

اداریہ

انسانی قدریں

شمس الحق ندوی

ہم غور کرتے ہیں تو یہ ناقابلِ انکار اور روز روشن کی طرح عیاں حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک پہلو تو پیدائشی اور فطری ہے جو ہر انسان میں یکساں پایا جاتا ہے اور ازخود اس پہلو کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ کسی تحریک وترغیب اور دعوت وتشویق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پیش آتی، انسان اس کو ازخود اپناتا اور اس کے تقاضے کو پورا کرتا ہے بالکل اس طرح جس طرح پانی ڈھال کی طرف بہتا ہے یا پودا اوپر کی طرف بڑھتا ہے۔ یہ پہلو ہے انسان کی طبعی ضروریات وبشری تقاضوں کا، جیسے کھانے پینے اور زندگی گذارنے کے دوسرے اسباب ووسائل کے حصول کا فکر مند ہونا اور اس کے لئے بلا کسی دعوت وترغیب کے کوشش کرنا۔ زندگی کا یہ پہلو مومن وکافر سب کے لئے یکساں ہے اس میں کفر وایمان کا کوئی فرق وامتیاز نہیں، سارے طبعی تقاضے مومن وکافر سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، یہ وہ پہلو ہے کہ اس کے لئے کوئی ادارہ قائم کرنے، لوگوں کو کمانے اور حصول رزق کے لئے دیگر اسباب معاش کو اپنانے کے لئے کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں، اس کا احساس وجذبہ انسان میں پیدائشی پایا جاتا ہے ہر انسان ازخود اس پر عمل کرتا ہے۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے یہ خاص ہے مومن بندوں کے ساتھ۔ اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے۔ حرام وحلال میں تمیز کرے۔ معاش کے لئے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز ودرست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت وحمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے، لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے، باپ ہے تو اولاد کی تعلیم وتربیت کی اس پر کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اولاد ہے تو ماں باپ کے اس پر کیا حقوق ہیں؟ شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا کس طرح پاس لحاظ کرے؟ حاکم ہے تو محکوم پر کیسی شفقت وعنایت کا معاملہ کرے؟ محکوم ہے تو آقا کے حکموں کی بجا آوری میں کیسا مستعد رہے؟ غرض یہ کہ پورے نظام معاشرت میں اس کا کیا کردار ہو؟ زندگی کے ہر ہر عمل میں اپنے خالق ومالک کی رضا جوئی وخوشنودی کا کیسا خیال رکھے؟ انسانی حقوق کا معاملہ ہو تو جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے بھی۔

لن یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے محتاجوں اور ضرورتمندوں کی خبر گیری کرے، یہ وہ انسانی قدریں ہیں جن کی دعوت وتبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے، اس کی ذات سے قول وعمل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔

انبیاء کرام اس دوسرے ہی پہلو کا شعور بیدار کرنے اور جگ ریت میں بدمست وکھوئے ہوئے انسانوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آتے ہیں کہ جب جب بھی انسان زندگی کے پہلے رخ پر لگ کر ایمان کے پہلو سے غافل ہوا ہے۔ دنیا میں بڑا فساد وبگاڑ پیدا ہوا ہے۔ اور اس کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں اور صاحب سطوت وجبروت بادشاہتیں حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹادی گئی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے بہت سے واقعات بیان کئے ہیں کہ سجا سجایا ملک چھوڑ کر آن کی آن میں غائب ہوگئے، کسی وصیت وہدایت کا بھی موقع نہ ملا۔ فرعون ونمرود کا واقعہ سب جانتے ہیں قوم عاد وثمود جیسی زبردست قوموں کی بربادی کا حال کسے نہیں معلوم کہ منٹوں میں کھجور کے تنوں کی طرح ڈھیر تھے، کانہم اعجاز نخل خاویۃ۔ دوسرے پہلو کی طرف توجہ دینا اور انسانوں میں اس کا شعور بیدار کرنا اب یہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد یہی امت دعوت ہے، اگر یہ امت اپنے دعوتی کام کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شامل ہو جاتی ہے تو نہ صرف اس کا اپنا وجود وتشخص ختم ہو جائے گا بلکہ دنیا نہایت بھیانک حالات سے دوچار ہوگی۔ فکر وتشویش کی بات یہ نہیں کہ دنیا میں مادیت کا غلبہ بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی انارکی اور افراتفری کا عالم بپا ہے۔

بلکہ فکر وتشویش کی بات یہ ہے کہ جو امت اس عالم کی محاسب ونگراں تھی وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر مادیت کے سیلاب میں بہی چلی جارہی ہے۔ لہٰذا آج کے ماحول میں ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، اور اپنے اخلاق وکردار کا معیار اتنا اونچا کریں کہ نظر پڑتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ ٹکسال محمدیؐ کے ڈھلے ہوئے سکّے ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں، وہی معراج انسانیت ہیں اور وہی فلاح دارین کی ضمانت ہیں۔

مردم گری اور انسان سازی میں استاد کی اہمیت

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ مورخہ ٢٢ مارچ سنہ ٢٠٠١ء کو مدرسۃ الفلاح اندور تشریف لے گئے تھے حضرت کے ہمراہ جناب مولانا سید محمد واضح رشید ندوی مدظلہ ایڈیٹر الرائد، اور جناب بھائی عبدالرزاق صاحب (خادم خاص حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے)، حضرت ناظم صاحب مدظلہ نے اساتذہ وکارکنان کے سامنے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی جو ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ ادارہ تعمیر حیات مولوی عبداللہ ندوی اندوری کا ممنون ہے کہ انھوں نے یہ تقریر ٹیپ ریکارڈ سے نقل کرا کر روانہ کی۔

(ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد!

عزیزو اور ساتھیو! آپ لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام وفضل ہے میں بھی آپ لوگوں کے گروپ سے تعلق رکھتا ہوں میں نے تدریسی مشغلہ اختیار کیا اور اس مشغلہ میں نصف صدی میری گذری، اس لئے تعلیم وتدریس کے سلسلہ کی معلومات وتجربات مجھے ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے تعلیم وتدریس کا کام کم مدت کیا ہے، تھوڑا کیا ہے یا ابھی کر رہے ہیں، اس کی دو نوعیتیں ہیں۔ تدریس کے کام کی ایک تو اس کا دینی مقام ہے، اللہ تعالیٰ یہ کام جو حقیقت میں اللہ کے رسولوں کا کام ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صفت تعلیم کی صفت تھی، "ویعلمھم الکتاب والحکمۃ" اور یہ صفت ہمارے علماء کرام کو وراثت میں ملی ہے، خاص طور سے ان علماء کرام یا ان مسلمانوں کو جو دینی علوم کی تدریس کا کام کر رہے ہیں، یا تدریس وتعلیم کے سلسلہ میں کسی مشغلہ میں ہیں تو ان کو ایک طریقہ سے نیابت وخلافت حاصل ہے اللہ کے نبی کی جو کام اللہ نے نبی کے ذمہ کیا تھا وہ کام اللہ تعالیٰ نے آپ کے امتیوں کو عطا فرمایا۔ ظاہر ہے کہ امتیوں کو اس وقت عطا ہوا کہ جب وہ اس کام کو کریں۔ اگر وہ اس کام کو نہ کریں تو گویا وہ نائب نہیں ہیں اور ان کو یہ کام عطا نہیں ہوا۔ جو کام نبی کرتا ہو وہ کام امتی کو مل جائے کتنی بڑی سعادت اور کتنی بڑی نعمت ہے، اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے، اگر اس کی دینی حیثیت دیکھی جائے تو بڑی عظیم حیثیت ہے، لیکن کوئی بھی کام دنیا کا ہو، دین کا ہو، وہ اپنے آداب کے ساتھ اپنے طور وطریق کے ساتھ کرنا پڑتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہو، کوئی بھی کام ہو صنعتی کام ہو، یا خدمت کا کام ہو، جو اس کے آداب ہیں، جو اس کا طریقہ ہے اس کے مطابق آدمی کام کرے گا، تو وہ کام انجام پائے گا۔ اگر طریقہ نہ ہو تو کام کیسے انجام پائے گا۔ ایک شخص جو اپنے شعبہ کا سربراہ ہے تو وہ کرسی پر بیٹھے گا زیادہ تر، اور وہ احکام دے گا دوسروں سے کام لے گا، لیکن ایک وہ شخص ہے جو افسر نہیں ہے، وہ چاہے کہ کرسی پر بیٹھ کر حکم دینے لگے۔ اور کام نہ کرے، ظاہر ہے وہ اپنے طور سے کام انجام نہیں دے رہا ہے، تو اس طرح کوئی کام بھی ہو اس کی نوعیتیں الگ الگ ہوتی ہیں، تو تعلیم کی نوعیت اور تعلیم کا طریقہ اور خاص طور پر دینی تعلیم کا طریقہ اپنی جگہ متعین ہے، جب ہم نبی کی نیابت کریں گے، تو نبی کے اختیار کئے ہوئے اخلاق وعادات بھی اپنانا ہوں گے اور جتنا بھی ہم اس کو اپنائیں گے اتنا ہی ہم اچھا کام انجام دے سکتے ہیں، اور اس میں ہم جتنی کوتاہی کریں گے اتنا ہی ہمارا کام ناقص ہوگا۔ تو ایک تو ہمیں یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ ہمت عطا فرمائی اور یہ فضل فرمایا کہ ہم کو اس کام پر اللہ نے لگایا۔ اللہ کی توفیق ہوئی اور ہم نے وہ کام اختیار کیا۔ جو کام نبی کا ہے اور ہمیں اللہ نے گویا نبی کی نیابت وخلافت عطا فرمائی۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے، اس پر آدمی کو شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور فخر اگر کر سکتا ہے تو فخر کرنا چاہئے۔

ایک انعام مل جائے یا کوئی تمغۂ امتیاز مل جائے حکومت کی طرف سے یا کسی کی طرف سے تو آدمی خوش ہوتا ہے، اس کے چہرے سے

خوشی ظاہر ہوتی ہے، دل کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ آدمی کے چہرے پر ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ملے آدمی کو خوشی نہ ہو، یہ نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے اللہ جو رب العالمین ہے اس کے قبضہ میں ساری دنیا وآخرت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی رازق ہے، وہ دے تو ملتا ہے، نہ دے تو نہیں ملتا ہے، وہ کسی کو نواز دے کسی کو انعام دے تو کتنی بڑی خوشی ونعمت کی بات ہے۔ ایک تو اس بات پر خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت اور یہ فضل عطا فرمایا۔ جو ہر شخص کو عطا نہیں کیا گیا کہ اپنے دین کی تعلیم کے لئے جو نبیؐ سے اللہ نے لیا۔ اور اس کے لئے نبیؐ بھیجا، آپ کو اس فہرست میں اللہ نے قبول فرمایا، یہ فہرست اس کام کو کرنے والوں کی ہے، ایک تو اس بات کی خوشی ہونی چاہئے، اور جب خوشی ہوتی ہے تو آدمی کو اس کی قدر بھی ہوتی ہے، آپ کو کوئی انعام ملے تو اس کو رکھیں گے، اور لوگوں کو دکھائیں گے۔ اس کی حفاظت کریں گے، قدر کریں گے، دوسری چیز قدر کی ہوتی ہے، تو اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے، قدر کیا ہے، کہ آپ خوشی سے انجام دیں، پھر جو اللہ کی دی ہوئی نعمت ہے، توفیق ہے آپ اس کو قدر کے ساتھ کریں گے تو اس کا اجر آخرت میں مقرر ہوتا چلا جائے گا اللہ کی نعمت کی قدر کیا ہے وہ شکر ہے، شکر کہتے ہی اس کو ہیں کہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدر کرے، شکر کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اہمیت دی ہے اور مومن کو شاکر فرمایا گیا ہے۔ اور ایمان اور عمل صالح کو شکر گذاری قرار دیا گیا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت عبادت فرماتے تھے، آپؐ کے پیر سوج جاتے تھے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں آپ کیوں اتنی محنت کرتے ہیں، تو آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں، تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر کرنا ہی شکر ہے۔

اور قدر کیسے ہوتی ہے کہ اس کا جو حق ہے وہ ادا کرے، اور اس کے ساتھ معاملہ ایسا ہو جو قدر کا ہو اور پسند کا معاملہ ہو تو یہ کام جو تعلیم کا کام ہے اس کو سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ کی نعمت ہے آپ کے ساتھ۔ کہ بہت سے دنیا میں آپ کے ساتھی ہیں اور بھائی ہیں، ہر ایک کو یہ نعمت نہیں ملی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا یہ تو خوشی کی بات ہے، پھر یہ کہ اس پر شکر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اور اس کے لائق جو توجہ ہونی چاہئے تو یہ توجہ کرنا ہے، یہ تو اس کا دینی فائدہ ہے، جو اللہ کو پسند آئے گا اس کی جزا آخرت میں ملے گی وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا۔ کہ وہاں کتنی بڑی جگہ مل رہی ہے، اور جس چیز کو ہم نے زیادہ سمجھا نہیں تھا اس کی قدر نہیں کی تھی، آج اس کی قیمت کیا ہے، یہاں کسی چیز کی قیمت نہیں صرف عمل کی قیمت ہے، وہاں کیا قیمت کیسی کیا درجہ ہے، وہاں جا کر معلوم ہوگا۔ دوسری چیز دنیاوی حیثیت سے آپ دیکھیں تو دنیا میں تعلیم وتدریس کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے استاد کا دنیا میں جو وقار ہے، کافروں میں دنیاداروں میں سب کے نزدیک جو وقار اور جو عظمت مدرس کی ہوتی ہے استاد کی ہوتی ہے وہ کسی کی نہیں ہوتی، ساری نالائقیوں کے باوجود استاد کی عزت ہوتی ہے، صدر جمہوریہ سے زیادہ اس کو معزز سمجھا جاتا ہے چاہے اصولی لحاظ سے دستوری لحاظ سے اس کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہو، لیکن دلوں میں اس کی وقعت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ عربی شاعر نے کہا تھا ؎

قم للمعلم وفہ التبجیلا
کاد المعلم ان یکون رسولا

اپنے استاد کا ادب کرو، استاد کیا چیز ہے تم جانتے ہو، استاد قریب تھا کہ نبی ہو جائے نبی کے قریب تک پہنچ چکا ہے۔

تو پہلی بات جو ہم نے آپ کے سامنے کہی کہ اہل دنیا بھی استاد کو قابل قدر سمجھتے ہیں کیوں، اس لئے کہ وہ نسل تیار کرتا ہے، آپ بڑے سے بڑا کارخانہ لگائیں، مال تیار کریں گے اچھی اچھی چیز آپ تیار کریں گے، بہرحال وہ مال ہے لیکن ایسا کارخانہ جو آدمی بنائے، آدمی تیار کرے اس کارخانہ کا مقابلہ کسی کارخانہ سے نہیں کیا جا سکتا، تو استاد کیا ہے، استاد حقیقت میں آدمی تیار کرتا ہے۔ اور یہ دنیا کے اندر جو کچھ ہے وہ آدمی کی وجہ سے ہے، نہ محلات کی وجہ سے ہے نہ قصر کی وجہ سے ہے نہ تمدن کی وجہ سے ہے کسی چیز سے نہیں ہے، سب کے ہم آہنگ جو فیگر ہے وہ آدمی ہے ساری رونق وعظمت ثروت ودولت یہ کس سے ہے اور اہل دنیا بھی اس بات کو سمجھتے ہیں جو بیوقوف لوگ ہیں وہ نہ سمجھیں، لیکن جو قومیں پڑھی لکھی ہیں ظاہر ہے ان کے یہاں آدمی کی قیمت بہت ہے،

امریکہ وغیرہ میں جس وقت بچہ پیدا ہوتا ہے اس وقت لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ملک کی دولت میں اتنا اضافہ ہو گیا۔ ایک آدمی بڑھا۔ ایک آدمی بڑھا تو کیا ہوگا۔ اس آدمی سے دنیا میں کیا اثر پڑے گا۔ اور کس قدر دولت اس سے آئے گی۔ اور کام بھی بنے گا، اور کتنا کام بھی انجام پائے گا، ایک آدمی بڑھا تو ملک کی دولت بڑھ گئی، وہ آدمی بے حساب لگاتے ہیں۔ یہ آدمی اپنی زندگی میں ملک کو کتنا دے گا اس کے کام سے اس کی کوششوں سے ملک کو

کتنا فائدہ ہوگا، کسان ہوگا تو کتنا غلہ پیدا کرے گا، یہ اگر کارخانہ میں جائے گا، صناع بنے گا تو کارخانہ سے کتنا مال مزید نکلے گا، ایک آدمی تھا ہے تو اسی اعتبار سے اس کے نتائج بڑھیں گے۔ یہ اپنی زندگی میں کتنا کام انجام دے گا، جیسا لوگ حساب لگاتے ہیں کہ یہ آدمی زندگی بھر میں کتنے ٹن غلہ کھائے گا، کتنے ٹن کھانا کھائے گا، متفرق طریقے سے یہ آدمی کتنے ٹن غلہ پیدا کرے گا، کتنے ٹن پانی نکالے گا زمین سے، وہ آدمی کو دولت سمجھتے ہیں، آدمی ہی کی وجہ سے دنیا کی رونق ہے جو ترقی ہے وہ آدمی کی وجہ سے تو استاد کیا ہے استاد آدمی تیار کرتا ہے، استاد وہ کارخانہ دار ہے، وہ صناع ہے، وہ کاریگر ہے، جو آدمی بناتا ہے، یعنی گوشت و پوست کا آدمی نہیں بلکہ کردار کا آدمی، گوشت و پوست تو آدمی کو پیدائش سے ملتا ہے، اس میں معلم کچھ نہیں کر سکتا، معلم کیا کرے گا، آدمی کا کردار بنائے گا۔ اس کے کردار پر انحصار ہے دنیا کی ساری ترقی اور سارے کام کا۔ اگر آدمی پست ہمت ہے بیٹھا ہوا ہے، کچھ نہیں کرتا تو کچھ اس سے فائدہ نہیں پہونچے گا، اگر اس میں قوت کارکردگی ہے، ہمت ہے، محنت ہے، فن ہے، صلاحیت ہے دنیا کو کہاں سے کہاں لے جائے گا۔ اور آدمی کو آپ سمجھنا چاہیں، دنیا کی تاریخ دیکھیں کہ ایک ایک آدمی نے دنیا کو کیا کیا دیا ہے، پورے پورے ملک میں تبدیلی کر دی ہے، اور پورے ملک کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ جب اس نے اپنی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھایا جو اللہ نے اس کو قوت دی ہے، جو سمجھ دی ہے، جو قوت کارکردگی دی ہے۔ اس کو صحیح خرچ کیا تو کہاں

سے کہاں پہنچ گیا۔ لیکن اسکی کارکردگی، سمجھ اور اس عمل میں کتنا حصہ مدرس کا ہے، کتنا حصہ اس کا ہے، اس نے تو اس کے کردار کو اخلاق کو بنایا ہے، اس نے تو اس کو فن سکھایا ہے، اس نے تو اس کی معلومات بڑھائی ہیں، اس نے تو اس میں صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے آپ دیکھیں گے بات ختم ہوتی ہے مدرس پر استاد پر، استاد کا کام دنیا میں سب سے اعلیٰ کام ہے، اور سب سے زیادہ فائدہ مند کام ہے کہ وہ نسل تیار کرتا ہے تو دنیاوی اعتبار سے آپ دیکھیں گے تو استاد کی بڑی اہمیت ہے، لیکن جو اہمیت ہے وہ اسی وقت سامنے آئے گی جب استاد اپنے فرض کو پہچانے اپنے فرض کے مطابق کام کرے تب اس کا فائدہ ہے ورنہ آدمی صرف بیٹھا رہے یا لیٹا رہے تو کچھ نہیں ہوگا، اٹھے گا کام کرے گا، جب ہی تو ہوگا۔ تو دینی لحاظ سے آپ کو اللہ نے جو نعمت بھی عطا فرمائی ہے اور دنیاوی اعتبار سے آپ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، تعلیمی نظام کو دیکھئے بہت بڑے عقلا کے مقولے پڑھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ استاد کو کیا اہمیت دیتے تھے، کیوں اس لئے کہ وہ آدمی تیار کرتا ہے، وہ آدمی ملک کے کام آتا ہے، وہ عزت بناتا ہے، وہ دولت بناتا ہے، اس کو استاد تیار کرتا ہے اس لئے آپ لوگوں کو خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ منصب عطا فرمایا ہے اب یہ ہے کہ آپ اپنی اہمیت کو اپنی افادیت کو خود ثابت کریں۔ آپ کتنا فائدہ پہونچا سکتے ہیں آپ کتنا کام انجام دے سکتے ہیں، کس قدر آپ اپنے فرض منصبی کو پورا کر سکتے ہیں، جیسا کہ ہم نے کہا کہ کوئی آدمی بھی کتنا ہی کاریگر ہو باصلاحیت ہو، بیٹھا رہے کام نہ کرے اس کی صلاحیت کا کیا ہوگا، کچھ نہیں ہوگا، جتنی وہ توجہ کرے گا

اپنی صلاحیت کو صحیح استعمال کرے گا، اسی لحاظ سے اس کا فائدہ ہوگا، تو اساتذہ کا مسئلہ یہی ہے، استاد چاہے تو بہترین نسل تیار کر سکتا ہے، اور آپ بڑے بڑے علماء اور مفکرین اور بڑی بڑی شخصیتوں کے حالات کا اگر مطالعہ کریں ان کی سوانح پڑھیں تو آپ دیکھیں گے، کسی جگہ ایسا تذکرہ ملے گا، کہ ہم میں جو خصوصیات ہیں وہ فلاں استاد کی وجہ سے ہیں، جنھوں نے خاص توجہ کی تھی، اور ہمیں بنانے کی کوشش کی تھی ہم میں جو خصوصیت ہے، جس کی وجہ سے لوگ قدر کرتے ہیں، یہ فلاں استاد کی محنت کا نتیجہ ہے یہ حقیقت ہے کیسے نہ لکھیں، اپنے استادوں کو یاد کرتے ہیں، خاص طور سے ایسے استاد کو جس نے توجہ کی ہو محنت کی ہو، اس استاد کو زندگی بھر یاد رکھتے ہیں کہ جس کی وجہ سے اس کی شخصیت بنی، ہم نے پڑھا ہے، سوانح میں پڑھا ہے، اپنے استادوں میں ہی کسی استاد کا ذکر کیا ہے کہ انھوں نے خاص توجہ کی تھی، اسی وجہ سے یہ خصوصیات پیدا ہوئیں، ایسے استاد یاد رکھے جاتے ہیں، جو استاد توجہ سے اپنے شاگردوں کو بنانے کی اور ان میں خصوصیات اور صلاحیت پیدا کرنے کی فکر کرتے ہیں، ان استادوں کو ان کے شاگرد یاد رکھتے ہیں، ہم آپ کو ایک مثال دیتے ہیں، عربی میں عہد عباسی کے شعراء میں ایک بہت بڑا شاعر گذرا ہے جس کا کلام جس کا انتخاب آجکل لوگ پڑھتے ہیں۔ "ابو تمام"، اور اس کا ایک شاگرد تھا "بحتری" دونوں بہت بڑے شاعر تھے، سب متفق ہیں "بحتری" نے کچھ سیکھا ہوگا۔ "ابو تمام" سے اس کو اپنا کلام دکھایا ہوگا۔ اس سے اصلاح لی ہوگی، انھوں نے جو توجہ کی ہوگی اس سے ان کی شاعری بہتر ہوئی ہوگی، تو ایک مرتبہ ایک شخص "بحتری" کی

تعریف کر رہا تھا کہ آپ تو بہت بڑے شاعر ہیں، آپ کے کلام کا کیا کہنا، آپ تو ابو تمام سے بھی بڑھ گئے ہیں، آپ تو اپنے استاد سے بھی بڑھ گئے ہیں، یہ بات صحیح ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ گیا تھا اپنے کلام کی خوبی میں، خلیفہ وقت کے یہاں بڑی قدر تھی حالانکہ اس کی جو ظاہری باتیں تھیں وہ اچھی نہیں تھیں، میلا رہتا تھا۔ جب کلام پڑھتا تھا تو تھوک نکلتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود خلیفہ اس کی قدر کرتا تھا، اس کے کلام کی وجہ سے، اس زمانہ کی خلافت بہت اونچی خلافت سمجھی جاتی تھی۔ دنیا کے بڑے بڑے حصے پر حکمرانی تھی، وہ قدر کرتا تھا، کسی نے کہا کہ آپ تو اپنے استاد سے بھی آگے بڑھ گئے، اس نے کہا ایسی بات کہتے ہو، خدا کی قسم میں روٹی ان کی وجہ سے کھاتا ہوں، یعنی دنیا میں میری جو قدر ہے، یہ ان خصوصیات کی وجہ سے ہے جو ان کی وجہ سے مجھ کو ملی ہیں، یعنی میرا کمال میرا کمال نہیں ہے میرے استاد کا کمال ہے، یہ جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ استاد کی کیا قیمت ہے، کیونکہ استاد شخصیت بناتا ہے، کردار بناتا ہے وہ صلاحیت پیدا کرتا ہے جس سے آدمی دنیا کو زیر و زبر کر دے، یہ بات کہاں سے آتی ہے خود سے نہیں پیدا ہو جاتی وہ تربیت سے اور تعلیم سے پیدا ہوتی ہے، آپ سوچئے کہ استاد کی حیثیت کتنی اہم ہے، کتنی اونچی ہے وہ اگر محنت کرے، اور کوشش کرے تو ایسے شاگرد تیار کر سکتا ہے جو دنیا میں انقلاب لے آئیں، اور محنت نہ کریں تو ایسے شاگرد تیار کرے گا جن کی خاص اہمیت نہ ہوگی، دنیا میں پچاسوں آدمی ہیں، ہزاروں آدمی ہیں، لاکھوں آدمی ہیں وہ بھی ہے۔ اور

اچھا ایک طالب علم بن گیا۔ اگر آپ کی محنت سے تو سمجھئے کہ دنیا میں انقلاب آگیا، ایک آدمی بھی اپنی صلاحیت سے پورا فائدہ اٹھاتا ہے دنیا میں بڑی تبدیلی لے آتا ہے، دنیا میں بڑے بڑے لیڈر ہیں، قائد ہیں جنھوں نے تہلکہ مچا دیا، انقلاب لے آئے، وہ کسی استاد سے پڑھ کر آئے ہیں ان کی صلاحیتیں کہاں سے پیدا ہوئی اپنے اساتذہ کی وجہ سے اور اس ماحول کی وجہ سے جس میں انھوں نے سیکھا ہے، ایک آدمی بھی بن جاتا ہے اگر آپ کی محنت سے تو آپ سمجھئے کہ آپ نے انقلاب برپا کر دیا، لیکن کیسے ہوگا، کہ آپ اپنے کو کھپائیں، اور اپنے کو اس میں لگائیں، اور سمجھیں کہ آپ پر کیا ذمہ داری ہے اور آپ کیا کر سکتے ہیں، اور جو کر سکتے ہیں وہ آپ کو کرنا چاہیے، دھن ہو جائے آپ کو اس بات کی کہ آپ سے طلباء پڑھیں ان کو فائدہ پہونچ جائے۔ آپ کے پڑھے ہوئے طلباء باصلاحیت ہوں۔ لوگ کہیں کہ فلاں استاد کا شاگرد ہے دیکھئے کہ اس نے ایسے شاگرد پیدا کئے کہ آج ان کا شہرہ ہے۔ لوگ انگلیوں سے اشارہ کریں کہ فلاں استاد بہت اچھا استاد ہے اس کے پڑھائے ہوئے لڑکے معلوم نہیں کتنی ترقی کر گئے چاہے آپ کو آرام نہ ملتا ہو، چاہے آپ کو بہت سہولتیں نہ ہوں، دیکھئے آپ کا مقصد کیا ہے اگر آپ اس مقصد کو حاصل کر رہے ہیں، تو آپ کامیاب ہیں تو ایسے استاد ہوتے رہتے ہیں جن کو دھن ہو اپنے کام کی کہ کس طرح لڑکوں کو بنا دیں، اور جو وقت ہے اس کو صرف کر دیں، ہم نے ایسے استاد دیکھے ہیں کہ ان کو کسی چیز کا ہوش نہیں سوائے پڑھانے کے، اور ان کا سارا لطف سارا مزہ اسی میں ہے کہ کوئی ان سے پڑھے، طالب علم ان کے پاس آئے، اور ان سے

کہے کہ ہم سمجھنا چاہتے ہیں، یہ ہم کو سمجھا دیجئے بہت شوق سے سمجھا دیں گے، اپنا قیمتی وقت صرف کر دیں گے۔ اس لئے کہ ان کو مزہ اسی میں آرہا ہے، کہ ان سے دوسرے کو فیض پہونچ جائے۔ دوسرے کی صلاحیت بن جائے، ایسے استاد ہوتے رہے ہیں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ وہی کامیاب استاد ہے، صرف کامیاب نہیں ہے بلکہ اس نے اپنی ذمہ داری پوری کی ہے۔ اور جب ان کو اس کا ثمرہ حاصل ہونے لگے گا اور جب ان کو اجر ملنے لگے گا تب ان کو خوشی ہوگی کہ اللہ نے ہم سے یہ کام لیا، ہم کو یہ اجر مل رہا ہے، اس کا فائدہ مل رہا ہے، دنیا میں عزت سب سے زیادہ، اور شہرت سب سے زیادہ اور آخرت میں ان کا کیا کہنا۔ اگر وہ دینی تعلیم کا کام کر رہے ہیں، اگر وہ فیض پہونچا رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قدر ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی قیمت ہے اگر وہ فیض نہیں پہونچا رہے ہیں، اپنی ضرورت پوری نہیں کر رہے ہیں کہ کیا کیا جائے ہم کو تنخواہ لینی ہے، اس لئے کرنا پڑ رہا ہے ورنہ کس لئے کو ہم اتنی محنت کرتے تو ان کو کیا ملے گا۔ ان کو تو جو چاہا وہ مل گیا لیکن اگر وہ اس بات کو سامنے رکھ کر کام کرتے کہ ہم کو طلباء تیار کرنے ہیں، ہم کو صلاحیت پیدا کرنی ہے، طلباء کو ہم سے فیض پہونچے گا تو ان کی قدر دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے اللہ تعالیٰ کا دین پہونچانے والے، اللہ تعالیٰ کے دین کی صلاحیت پیدا کرنے والے کی ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی قیمت ہے۔

تو اس لئے ایک بات تو یہ ہے کہ آپ کو خوش ہونا چاہیئے اور فخر کرنا چاہیئے کہ اللہ نے آپ کو اتنا اہم کام اور ذمہ داری عطا فرمائی، توفیق

عطا فرمائی کہ آپ اس کام میں لگے۔ دنیا کے علوم نہیں کتنے کام ہیں، اس میں لگ سکتے تھے، ان میں یہ تخصیص نہیں تھی، اللہ نے آپ کو اس کام میں لگایا، اس پر خوش ہونا چاہیئے ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کو اسی لحاظ سے کرنا چاہیئے تاکہ اس کا نتیجہ بہتر طریقہ پر نکلے اور وہ ذمہ داری آپ اس طرح پوری کریں کہ دنیا میں بھی آپکے اس کام کی قدر ہو اور آخرت میں بھی اجر ملے۔

آپ نے اتنے لوگوں کی صلاحیت پیدا کردی، اتنے لوگوں کو بتادیا، کتنے لوگ بن گئے چاہے کام کرتے وقت آپ کا نام نہ ہو، لیکن آپ کا نام روشن ہوجائے گا۔ اگر آپ نے آدمی تیار کئے ہیں۔ اور آدمی تیار کرنے کا کام بغیر محنت کے نہیں ہوسکتا۔ دل لگا کے محنت کریں اور بس یہ پیش نظر ہو کہ ہم سے فائدہ پہونچ جائے کسی طریقے سے، ہمارے سمجھانے سے طالب علم سمجھ جائے، ہمارے کرنے سے صحیح نتیجہ سامنے آجائے، اور نسل تیار ہو تو آپ کو بھی اندر ہی اندر خوشی ہوگی کہ ہماری محنت کا اللہ نے یہ ثمرہ دیا، اس کا یہ نتیجہ نکلا۔ اور باہر بھی آپ کی قدر ہوگی۔ تو یہ طریقہ تعلیم و تدریس کا ہے۔

دوسرے یہ کہ آدمی یہ سمجھ کر کام کرے کہ ہم انسانی نسل تیار کر رہے ہیں، کردار و معلومات وصلاحتیں بنا رہے ہیں اور اس کے لئے جتنی محنت کرسکتے ہیں وہ کرنی چاہیئے اور جتنی یکسوئی کے ساتھ کام کرسکتے ہیں کرنا چاہیئے، تیسری بات یہ کہ اس طرح کام کرنا چاہیئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچے تعلیم و تدریس کا طریقہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی نے وقت گذار لیا، پڑھادیا سکھادیا، لیکن طالب علم کے پلہ کچھ نہیں پڑا، وہ ٹھیک سے سمجھا ہی نہیں، آپ نے تو بتادیا لیکن اس کے دماغ میں اترا بھی کہ نہیں اترا، استاد کو اس کی فکر کرنی چاہیئے کہ جو ہم سمجھا رہے ہیں اس کو طالب علم سمجھ بھی رہا ہے کہ نہیں، ہم جو سنا رہے ہیں وہ سن بھی رہا ہے کہ نہیں سن رہا ہے، ہم سنا کر چلے گئے جیسے کہ عربی کی ایک مثل ہے "اوسعتھم سبًّا واودوا بالابل" کہتے ہیں کہ ایک شخص کے اونٹ چرانے کے لئے کچھ ڈاکو آئے اور اس کے اونٹ چرالے گئے، اس کو جیسے پتہ چلا، ان کے پیچھے دوڑا اور بہت تیز پیچھا کیا یہ ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ اور ان کو خوب برا بھلا کہا۔ گالیاں دیں، بہت کچھ کہا، چور بدمعاش جب لوٹ کر آیا تو لوگوں نے پوچھا کہ اونٹ ملے۔ کہا نہیں، میں نے ان کو خوب گالیاں دیں، لیکن اونٹ وہ لے گئے؛ اسی طرح کی بات ہے، کہ کیا آپ نے بہت کچھ، اور نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ آپ نے پڑھادیا، ہم نے تو سبق پورا کردیا، ہم نے پورا گھنٹہ پڑھادیا، آپ نے پڑھایا تو، لیکن اس نے پڑھ کر نہیں پڑھا، تو نظر اس پر ہونا چاہیئے، ہمارے پڑھانے سے فائدہ بھی ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا ہے۔ اصل تو نتیجہ ہوتا ہے، جب نتیجہ نہ نکلے تو آپ کی محنت کیا ہے، بیکار ہے، تدریس کا ایک طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آپ نے گھنٹہ پورا کردیا۔ اور پڑھادیا تو آپ پر کوئی الزام نہیں لگ سکتا کہ آپ نے نہیں پڑھایا لیکن آپکے پڑھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وقت گذاری کی، لیکن آپ کی نظر طالب علم پر رہے کہ ہمیں کسی طریقہ پر اس کے دماغ میں اتار دینا ہے، سمجھا دینا ہے تب اس کو فائدہ پہونچے گا۔

طالب علم کی نفسیات یہ ہوتی ہے، مزاج یہ ہوتا ہے کہ استاد کی توجہ کے لحاظ سے اس کی توجہ ہوتی ہے، دیکھتا ہے کہ استاد ہمارے بہت توجہ کر رہے ہیں۔ انھیں فکر ہے کہ ہم کو کچھ حاصل ہوجائے اور ہمیں آجائے تو پھر متوجہ ہوجاتا ہے، انسان کی فطرت ہے یہ کہ وہ متوجہ ہوجاتا ہے، اور اگر دیکھے کہ وقت گزاری کر رہے ہیں، ٹالنے والا کام کر رہے ہیں تو اس کا جی نہیں لگتا۔ وہ بھی ہاں ہاں کرتا رہتا ہے، اس کے دماغ میں کچھ اترتا ہی نہیں ہے۔ آپ کی توجہ پر منحصر ہے طالب علم کی توجہ، آپ جتنی فکر کریں گے، جتنی توجہ کریں گے، طالب علم اسی لحاظ سے متوجہ ہوگا۔ آپ سے فائدہ اٹھائے گا۔ یہ بات یاد رکھئے۔

دوسری بات یہ کہ دور بدلتے رہتے ہیں، اب یہ دور جو ہے وہ پرانے دور سے مختلف ہے پہلے تو خوب پٹائی کرتے تھے طالب علم کی، اگر وہ نہیں سمجھ رہا ہے تو خوب دھنک دیتے تھے، یہ صحیح نہیں ہے، آپ مار پیٹ کر کسی سے کام کرالیں۔ وہ جی لگا کے کام نہیں کرے گا۔ اندر سے طبیعت میں اس کے انکار ہوگا۔ کہ کرنا پڑ رہا ہے تو وہ کام اچھا نہیں کرسکتا۔ تو طالب علم کو مار پیٹ کر سمجھا لینا، یا سبق یاد کرالینا یہ زیادہ مفید نہیں ہوتا۔ دیکھنے میں تو مفید ہوجاتا ہے پہلے اس میں زیادتی ہوتی تھی، لیکن اب دور اتنا بدل گیا ہے، مارنا پیٹنا ممنوع ہوگیا ہے: قانونًا جو لوگ اس بات کو نہیں جانتے ان سے غلطی ہوجاتی ہے۔ اس لئے بتا رہے ہیں کہ ہوسکتا ہے آپ کو معلوم نہ ہو۔ اس کو جرم سمجھا جاتا ہے اور حکومت کی طرف سے قابل سزا بھی ہے، طالب علم کی عمر بعض وقت ایسی ہوتی ہے کہ پہلے اس وقت مار اور سختی چلتی تھی، لیکن نئے نظام نے اس کو بالکل ممنوع قرار دے دیا ہے، یہ زیادتی ہے، لیکن قانون ہے اس لئے اس کا بھی لحاظ

آپ لوگ رکھیں۔ زیادہ تر سمجھا کر، محبت کے ساتھ، پیار کے ساتھ پڑھنے کی طرف راغب کیجئے، ظاہر ہے جب پیار و محبت سے اس کو سمجھائیں گے تو وہ متوجہ ہوگا۔ آپ سے مانوس ہوگا۔ آپ کی خاطر وہ قربانی دے گا۔ آپ کی بات مانے گا، یہ ہمارے زیادہ مفید ہے اور اس کا نتیجہ بھی نکلے گا، تو اس طرح طالب علم کے ساتھ معاملہ کرے، لگا رہے، سمجھائے کہ بھائی پڑھ لو سیکھ لو، بار بار سمجھائے، تو سمجھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے تو وہ آپ کی محبت دیکھ کر توجہ کرے گا، سمجھ جائے گا، سیکھ جائے گا۔ جب آپ ان چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے یہ خدمت انجام دیں گے تو عند اللہ بھی آپ کو بڑا انعام ملے گا۔ اور عند الناس بھی آپ کی قدر ہوگی، آپ کی قیمت سمجھی جائے گی، آپ خود اندر سے خوشی محسوس کریں گے کہ آپ کی محنت کا ثمرہ بڑا اچھا نکلا، کچھ لوگ تیار ہوگئے، کچھ آدمی بن گئے ہماری محنت سے، ہمارے یہاں خود وزیر اعلیٰ B.J.P کا آدمی ہے، اس کی سالگرہ تھی یا کوئی اور تقریب تھی، کہ ایک مسلمان ٹیچر آیا تو اس نے بڑی قدر کی، کہا کہ یہ ہمارے استاد ہیں۔ ان سے ہم نے بہت سیکھا، لوگ حیران رہ گئے اخبار میں آیا کہ مسلمان ٹیچر کی اتنی قدر، اور کہا کہ یہ ہمارے استاد ہیں ان سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بچپن میں ان سے کچھ پڑھا ہوگا۔ وزیر اعلیٰ جس سے ملنا مشکل ہے لوگ حیران رہ گئے، کہ ایک معمولی مسلمان کو اتنی عزت دے رہا ہے، کہا کہ ہمارے استاد ہیں، بٹھایا اور ہدیہ بھی دیا اور بڑا اکرام کیا۔ لوگوں نے کہا کہ دیکھئے کتنا معقول آدمی ہے کہ استاد کی اتنی عزت کی، حالانکہ استاد مسلمان ہے۔ یہ ہوتا ہے، محنت ضائع نہیں ہوتی ظاہر ہے اس نے اس کو اس طرح پڑھایا ہوگا، جس طرح اوروں کو پڑھایا۔ معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ٹیچر سبھی کو اچھی طرح پڑھاتا تھا، ہندو معترف ہے اس کا۔ اس زمانہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہی ہوگی، ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے پڑھ رہا ہوگا۔ لیکن اس کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی، کہ ہمارے استاد ہماری بڑی فکر رکھتے تھے۔ تو اس طرح کے واقعات سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ استاد کی کیا حیثیت ہے، کہ طالب علم ممنون منت رہتا ہے، زندگی بھر یاد رکھتا ہے، اگر کسی استاد کو اس نے دیکھا کہ اس نے توجہ سے ہم کو پڑھایا ہے اور اس کو فکر رہی ہے اس بات کی کہ ہم سیکھ جائیں تو زندگی بھر یاد رکھتا ہے چاہے وہ بادشاہ ہوجائے۔ ہارون رشید کا قصہ ہے کہ اپنے بیٹوں کو نحو کے استاد کے پاس بھیجتے تھے تو وہ ان کے بیٹے ان کی جوتیاں سیدھی کرتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے پوچھا۔ ہارون رشید تو بہت زبردست خلیفہ گزرا ہے۔ پوچھا کہ دنیا میں سب سے زیادہ معزز آدمی کون ہے، ظاہر امیر المومنین ہیں اور کون ہوسکتا ہے، کہا کہ نہیں بلکہ وہ جس کے جوتے امیر المومنین کے لڑکے سیدھے کرتے ہیں وہ معزز ہے بادشاہ کے بیٹے جس کے جوتے سیدھے کریں وہ معزز ہے یا بادشاہ معزز ہے، تو استاد کی عزت بہت ہے، لیکن اس استاد کی جس سے طالب علم کو فائدہ پہونچے، مذاق میں نہیں، محض تفریح میں نہیں ہوتا یہ کام، استاد کو پڑھانے میں تھکنا پڑتا ہے، فکر کرنی پڑتی ہے اس کو اپنا محبوب مشغلہ بنا لینا ہوتا ہے، کہ ہمیں کسی طرح طالب علم کو پڑھا دینا ہے، سمجھا دینا ہے، بتا دینا ہے، اس کے لئے اپنے آرام کو قربان کرنا پڑتا ہے، اپنی تفریحات کو قربان کرنا پڑتا ہے، یونہی مفت میں نہیں مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنے اس کام کو سمجھئے، خوب محنت سے کام کیجئے، آپ کے ذریعے کچھ لوگ بن گئے، کسی میں خصوصیات پیدا ہوگئیں تو آپ کامیاب ہیں، دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں اُن کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائیگی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S.V. Patel Road, Null Bazar, Mumbai 400 003.
Tele: Add CUPKETTLE Tel.: 346 0220 / 346 8708
Tel.(R): 309 5852

١٢ نمبر اور ١٢×٧ کی
اسپیشل چائے استعمال کیجئے۔

ربیع الاوّل کے بعد ہم اپنا جائزہ لیں!

مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ

ربیع الاوّل کا مہینہ ختم ہو گیا جس مہینہ میں دنیا کے لئے آخری اور انتہائی پیام رحمت لانے والا دنیا میں آیا تھا۔ اس کی آخری تاریخ آ گئی اب گیارہ مہینے تک پھر اسی بابرکت مہینہ کی آمد کا انتظار دیکھنا ہوگا۔ اور اس درمیان میں خدا معلوم کتنی زندگیاں ختم ہو چکیں گی، قبل اس کے کہ دوسروں کو حساب دینا پڑے، ذرا آئیے ہم اور آپ مل کر خود اپنا اپنا حساب کریں۔ ہمارے سردو سراؐ نمازیں بہت کثرت سے پڑھتے تھے ہم نے اس مہینہ میں کوئی نماز ترک تو نہیں کی؟ فرض نمازوں کے علاوہ وہ نماز تہجد پابندی و اہتمام کے ساتھ پڑھتے تھے ہم نے کبھی سنتوں اور نفلوں کی پابندی پر کچھ توجہ کی؟ ان کے لئے دنیا میں سب سے زیادہ دلچسپ چیز نماز تھی ہم نے نمازوں میں کچھ دل لگایا؟ ان کے انتہائی لطف و لذت کی چیز رکوع و سجود تھی۔ ہم نے بھی کچھ ذوق ان سے پیدا کیا؟ وہ نماز اس طرح ادا فرماتے تھے کہ گویا پروردگار کا بالکل سامنا ہے، ہم کو نماز پڑھنے میں کچھ دھندلا سا تصور بھی اس طرح کا پیدا ہوا؟ ان کو حالتِ نماز میں گریہ و بکا ہوتا تھا، ہماری آنکھیں بھی خشیتِ الٰہی سے کبھی نم ہوئیں؟ وہ دوران نماز میں دنیا کی ہر فکر سے بالکل آزاد ہو جاتے تھے۔ ہم کو وسوسوں سے کچھ دیر کے لئے بھی نجات ملی؟

ماہ مبارک ربیع الاوّل میں ظاہر ہونے والا ہمارا سردار و آقا (جس پر خدائے رحمن و رحیم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوں) دوسروں سے کام لینے کے بجائے خود دوسروں کے کام کر دیا کرتا تھا۔ ہم کو بھی ایسی توفیق کبھی نصیب ہوئی؟ حضورؐ سب سے نرمی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے ہم نے بھی اپنا برتاؤ ایسا رکھا؟ وہ سب کے ساتھ خاکساری و فروتنی برتتے تھے، ہم نے بھی اپنے دل کو جھکایا؟ وہ اپنی مجلس میں کسی کی بدگوئی و شکوہ و شکایت کے روادارانہ تھے۔ ہم نے اپنی زبان کو غیبت و بدگوئی سے کہاں تک باز رکھا؟ وہ دوست و دشمن اپنے اور بیگانے سب کی خدمت کرنے والے تھے، ہم نے رحمتِ عالم کی پیروی کی کچھ بھی کوشش کی؟ وہ ہمیشہ کم کھاتے اور بعض اوقات فاقہ بھی فرماتے تھے، ہم بھی اپنی بھوک اور اپنی زبان کے چٹخارہ کو اپنے قابو میں لاسکے ہیں؟ وہ لباس بہت ہی سادہ زیب جسم فرماتے تھے، ہم نے بھی لباس کے تکلفات کو غیر ضروری سمجھنا شروع کیا ہے؟ وہ غریبوں سے میل جول رکھنا پسند فرماتے تھے۔ ہم کو غریبوں سے زیادہ ملنے میں کچھ تامل تو نہیں ہوتا؟ وہ بجائے نسب پر فخر کرنے کے سارا زور حسن عمل اور نیک کرداری پر دیتے تھے۔ ہم بھی اپنے دلوں میں یہ جذبہ و ولولہ پیدا کر سکے ہیں؟ روپیہ پیسہ کی فکر ان کے پاس تک نہ آتی تھی، ہم بھی اپنے تئیں روپیہ پیسہ کی فکروں سے آزاد کر سکے ہیں؟ ان کا وقت دوسروں کی خیر خواہی و خبرگیری میں صرف ہوتا تھا۔ ہم نے بھی اپنے وقت کا کچھ حصہ اپنی ذات و تن کی پرورش کے علاوہ کسی کام کے لئے الگ کر رکھا ہے؟

اگر ہم نے ان میں سے کسی چیز پر توجہ نہیں کی تو ہمارے لئے ربیع الاوّل کا آنا اور نہ آنا یکساں رہا۔ ہمارے لئے سرورِ عالم کا ظہور بیکار رہا۔ ہمارے لئے آفتاب ہدایت کا طلوع لاحاصل ہی رہا بارش ہوئی اور ہم نے اپنی کھیتی سوکھی رہنے دی، ہوا چلی اور ہم نے اپنا پھول نہ کھلنے دیا، آفتاب چمکا اور ہم نے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ اس میں قصور کس کا ہے؟ اس کی ذمہ داری کس کے سر ہے، اس کی بابت سوال خود ہم ہی سے ہوگا۔ یا کسی اور سے؟ پھر جس وقت ہم سے یہ سوالات ہوں گے اس وقت کے لئے کوئی معقول جواب ہمارے پاس ہے؟ اس وقت ہمارا کوئی عذر کام دے سکے گا؟ اس وقت کے لئے ہم کوئی صفائی اپنے پاس موجود رکھتے ہیں؟ اگر آج ان سوالات کو غیر ضروری سمجھ کر ہم سرسری نظر سے انھیں ٹال دینا چاہتے ہیں تو آج بے شبہ ہمیں اختیار حاصل ہے لیکن "کل" جب یہ اختیار باقی نہ رہے گا۔ "کل" جب غفلت کا پردہ اٹھ چکا ہوگا۔ "کل" جب ہنسی اور تمسخر پر قدرت نہ باقی رہے گی۔ "کل" "جب ہر شئے آئینہ ہوگی" "کل" جب کوئی مادی قوت پناہ نہ دے سکے گی" "کل" جب تلافی کا کوئی موقع باقی نہ رہے گا۔ "کل" جب اپنی بے بسی اور بیکسی پوری طرح روشن ہو چکے گی اس وقت....؟ اس وقت خدائے رحمن و رحیم ہی! ہماری آپ کی مشکل کو آسان کرے۔

(منقول از "سچ" لکھنؤ مورخہ ٢ اکتوبر ١٩٢٥ء)

> کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
> یہ جہاں چیز کیا ہے لوح و قلم تیرے ہیں

بیٹیوں کی مثالی رخصتی

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

شادی کے بعد بیٹی کی رخصتی کا مرحلہ بہت سخت ہوتا ہے، والدین اپنے جگر گوشے کو رخصت کرتے وقت کن حالات سے دوچار ہوتے ہیں اور انھیں کیسا کرب ہوتا ہے اور اپنی بچی اور اس کے نئے گھر اور اس کے مستقبل کے تعلق سے کس درجہ متفکر ہوتے ہیں اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کی بیٹی رخصت ہو رہی ہو رخصتی کے وقت جہیز کے سامان کی کثرت و تنوع میں بھی یہ احساس شامل ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ بچی کو جو دلہن بن کر نئے گھر جا رہی ہے عزت و وقار سے دیکھا جائے گا۔ اور بچی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ اس کا شوہر ساز و سامان کی وجہ سے اس کا خیال رکھے گا۔ سسرال والے بھی عام طور پر جہیز ہی کے ذریعہ دلہن کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں۔ آج کل یہ وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔ لڑکی کا باپ اپنی بیٹی کی خوشحال زندگی کی خواہش میں اپنی کمائی کا آخری قطرہ بھی نچوڑ کر دے دینا چاہتا ہے۔ تاکہ اس کی بچی سسرال میں باعزت زندگی گذار سکے۔ ع

> مادیت نے عنان زندگی ہے موڑ دی
> اپنے بیگانے یہ کہتے ہیں محل کی بات ہو
> سب کچھ دینے کے بعد بھی آخر بات بنتی
> ہوئی نظر نہیں آ رہی ہے، مال و اسباب دیکھ کر

حرص و ہوس میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اس کے بعد مزید مانگوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے بالآخر دلہن حرص و آز کی نذر ہو جاتی ہے یا کم از کم مطالبات مزید پورے نہ ہونے کی وجہ سے اس گھر میں لڑکی کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔

غیر مسلموں کی بات تو الگ ہے۔ ان کے نزدیک پیسہ ہی سب کچھ ہے۔ آخرت کا کوئی واضح تصور ان کے یہاں نہیں ہے۔ سزا و جزا، وعدہ وعید کا مبہم تصور تو پایا جاتا ہے لیکن اس کا تعلق بھی اخروی زندگی کے بجائے اسی مادی زندگی کے ساتھ سمجھا جاتا ہے لیکن ایک مسلمان جس کا ایمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور یوم آخرت پر ہو اور وہ ایسا کرے۔ مال کی حرص و ہوس میں بھکاری بن کر مانگے یا ڈاکو بن کر لوٹنا چاہے یا خود غرضی یا ابن الوقتی کا ایسا مظاہرہ کرے تو چرخ کہن بھی شرما جائے افسوسناک بات ہے، کیونکہ اسلام میں عصمت کی حفاظت کے لئے کسی باعصمت کو قبول کرنا بہت بڑی سعادت ہی نہیں بلکہ عظیم دولت ہے۔

سورۂ نور میں اللہ عز وجل کا ارشاد ہے:

بن بیاہے لڑکے لڑکیوں کا نکاح کر دو، غلام، نوکر، باندی، اگر نکاح کے لائق ہوں تو ان کا نکاح کرو، اگر وہ مفلس اور قلاش ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انھیں مالدار کر دے گا۔ اور اللہ وسعت والا اور (خوب) جاننے والا ہے۔

اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ لڑکی والے سے جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں وہ اللہ عز و جل پر یقین نہیں رکھتے، اس طرح اللہ کی غیرت کو ٹھیس پہونچاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مانگ کر جہیز لینے والوں کے گھر میں بے برکتی رہتی ہے۔ اور جو لوگ جہیز پر نظر نہ رکھ کر رشتہ اچھا ڈھونڈ کر نکاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بچی کی آمد کی برکت سے اس گھر کو مالا مال فرما دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ جہاں منھ مانگا جہیز دیا جاتا ہے لڑکی اس کی وجہ سے منھ چڑھی ہو جاتی ہے اور اکثر گھر والوں میں اس کی وجہ سے باہمی ہمدردیاں کم ہو جاتی ہیں۔ بالآخر گھر والوں میں دوری و مجبوری کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر بچی کی تعلیم و تربیت صحیح نہیں ہوتی تو معاملہ مزید خراب ہو جاتا ہے۔

اصل معاملہ گھر میں باہمی انس و محبت حسن انجام اور خدمت و طاعت کا ہے۔ اگر لڑکی کو اس کی تعلیم نہیں دی گئی ہے اور اس کی اہمیت کو اس کے سامنے نہیں رکھا گیا ہے تو اس کے نقصانات کی تلافی ہرگز ہرگز جہیز سے نہیں کی جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ مسئلہ زندگی کا ہے شوہر کے ساتھ رفاقت کا ہے، زندگی کے رطب و یابس کو برداشت کرنے کا ہے، ذمہ دارانہ زندگی گذارنے کا ہے۔ اس کے لئے پہاڑوں کی صلابت آہنی عزم و استقامت کے ساتھ زمین جیسی وسعت اور تحمل کی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ رخصتی کے وقت ان باتوں کی تلقین بچی کو ضرور کرنا چاہئے۔ لیکن عام طور پر اس سلسلہ میں کوتاہی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ آخری وقت میں جب بچی دلہن بن کر گھر سے زندگی کی شاہراہ کی طرف بڑھ رہی تو اس کی بھی ضرورت ہوگی

لیکن اسلاف کا معمول برابر یہ رہا ہے اور بڑی پابندی کے ساتھ انھوں نے اس اہم فریضہ کو ادا کیا ہے۔ آج بھی ایک باپ کو رخصت کرتے وقت اپنی بچی کو اس کی وصیت اور تلقین کرنی چاہیئے۔ یہ خوش نصیب لڑکی کے نئے گھر کو چمن زار اور آئندہ زندگی کو سدا بہار بنانے کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابیؓ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا اونچا مقام ہے۔ انھوں نے اس سلسلہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرز عمل کو یوں بیان فرمایا ہے:

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا زفوا امرأة علی زوجها یامرونها بخدمة الزوج ورعایة حقه۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب کسی عورت کو رخصت کرتے ہوئے اس کے خاوند کے پاس بھیجتے تو اس کو حکم دیتے کہ اپنے خاوند کی خدمت کرے اور اس کے حق کا پورا خیال کرے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیٹی حفصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں دینے کے بعد نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

لا تستکثری النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا تراجعیه فی شیٔ ولا تهجریه وسلینی ما بدالك ولا یغرنك ان کانت جارتك اوضا منك واحب إلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری شریف)

بیٹی! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سامان وغیرہ کا مطالبہ نہ کرنا اور نہ کسی چیز کے بارے میں آپ سے تکرار کرکے بول چال چھوڑنا اگر کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو مجھ سے مانگ لیا کرنا۔ اپنی سوکن کی روش اپنا کر دھوکے میں نہ پڑنا کیوں کہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کی وصیت فرمائی تھی:

۱۔ ایاك والغیرة فانها مفتاح الطلاق

پیاری بیٹی! سوکنوں پر غیرت کرنے سے پرہیز کرنا کیونکہ یہ طلاق کی کنجی ہے۔

۲۔ ایاك وکثرة الغضب فانه یورث البغضاء

زیادہ غصہ نہ کرنا کیونکہ یہ بغض کا سبب ہے۔

۳۔ وعلیك بالکحل فانه ازین الزینة واطیب الطیب الماء

سرمہ ضرور لگایا کرنا اس لئے کہ یہ سب سے عمدہ زینت ہے اور بہترین خوشبو پانی ہے (یعنی صفائی ستھرائی رکھنا)

ذافصہ بن احوص نے اپنی بیٹی نائلہ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی تو رخصتی کے وقت نصیحت کرتے ہوئے کہا:-

"پیاری بیٹی! تم ایسی عورتوں (سوکنوں) کے بیچ جارہی ہو جو قبیلہ قریش سے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ عطر و خوشبو پر تم سے کہیں زیادہ قادر ہیں لہٰذا تم میری دو باتوں کو یاد رکھنا۔ ایک یہ کہ سرمہ برابر لگاتی رہنا، دوسری یہ کہ خوشبو کی جگہ پانی کا استعمال اتنا زیادہ کرنا تاکہ تمہارے جسم کی مہک بارش میں خوب بھیگی ہوئی مشک کی بو جیسی ہو جائے۔"

خواتین اسلام میں ایک نیک دل پاکباز خاتون ام ایاس بنت عوف گذری ہیں۔ ان کی شادی کندہ کے بادشاہ عمر بن حجر سے ہوئی تھی، جب ان کی رخصتی کا وقت آیا تو ان کی ماں امامہ بنت حارث نے ان کو تنہائی میں لے جاکر بہت جامع وصیت کی جو اس لائق ہے کہ تمام خواتین اسلام اس کو دستور حیات بنائیں! وہ کہتی ہیں!

"پیاری بیٹی! اگر فضیلت ادب کے خیال سے وصیت چھوڑی جاسکتی ہے تو تمہارے لئے بھی اس کو چھوڑنا مناسب ہے، لیکن یاد رکھو! وصیت غافل کے لئے تنبیہ اور عاقل کے لئے مدد ہے، اگر کوئی عورت خاوند سے اس لئے بے نیاز رہنا چاہتی ہے کہ اس کے والدین دولتمند اور اس کے محتاج ہیں تو تم اوروں کی نسبت زیادہ بے نیاز ہو، لیکن قانون فطرت ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور مرد عورتوں کے لئے۔

پیاری بیٹی! تم اپنے مالوف مکان اور مانوس فضا سے نکل کر انجانے گھر میں اپنی زندگی کے ساتھی کے پاس جارہی ہو جس سے ابھی مانوس نہیں ہو، کل تمہارے لئے اس ساتھی کی پوزیشن ایک نگراں اور بادشاہ کی ہوگی تم اس کی لونڈی بنی رہنا تو وہ تمہارا چست غلام بنا رہے گا۔ اس شریک حیات کے ساتھ زندگی گذارنے کے لئے دس خصلتیں یاد کرلو۔ یہ تمہارے لئے خزانہ ہیں۔

۱۔ خاوند کے ساتھ انکساری سے پیش آنا اور اس کی تھوڑی چیز کو کافی سمجھنا۔

۲۔ اس کی بات اچھی طرح سن کر اس پر عمل کرنا۔

۳۔۴۔ اس کی آنکھ اور ناک کے موقع محل کا خیال رکھنا یعنی تم میں کوئی ایسی چیز نہ دیکھے جو اس کو خراب معلوم ہو، اور اس کی ناک تم سے وہی بو سونگھے جو بہت عمدہ ہو۔

۵۔۶۔ اس کے کھانے اور سونے کے وقت کا خیال رکھنا کیونکہ کھانے میں جہاں دیر ہوئی بھوک کی آگ شعلے مارنے لگتی ہے، اور نیند کی کمی غیظ و غضب کا سبب ہوتی ہے۔

۷۔۸۔ اس کے مال کی نگرانی اور آل و عیال کی دیکھ بھال تمہاری ذمہ داری ہے۔ مال کے معاملہ میں اصل کام آمد و خرچ کا بہتر معیار قائم کرنا ہے۔ اور آل و اولاد کے سلسلہ میں بنیادی چیز عمدہ تدبیر و انتظام ہے۔

۹۔۱۰۔ تم اس کی نافرمانی نہ کرنا، اور نہ اس کے راز کو دوسروں سے ظاہر کرنا، اگر تم اس کے حکم پر نہیں چلوگی تو اس کو غصہ سے بھڑکادوگی اور اگر اس کا راز دوسروں سے ظاہر کروگی تو اس کے بے وفا ہوجانے کا خطرہ ہے، یہ بھی یاد رکھو، جب وہ غمگین ہو تو اس کے سامنے خوش ہونے یا خوش ہو تو اس کے سامنے غمگین ہونے سے پرہیز کرنا (تحفة العروس)

آج ہمارے معاشرہ کا حال یہ ہے کہ جب بچی رخصت ہونے لگتی ہے تو پورے گھر میں کہرام مچ جاتا ہے، ماں پر غشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں، خویش و اقارب اس فضا میں رنگ بھر دیتے ہیں، کسی کو ہوش ہی نہیں رہتی کہ بچی کو آئندہ زندگی میں پیش آنے والے حالات میں جس رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس کی نشاندہی کی جائے۔ اگر ایسا ہونے لگے تو بہت حد تک بیوی اور شوہر کے درمیان ناچاقیوں کا سدباب ہوسکتا ہے اور ازدواجی زندگی خوشی و مسرت، باہمی ہمدردی اور تعاون کے ساتھ مخلصانہ محبت و انس کا حسین گلدستہ بن سکتی ہے۔

مولانا سیّد رشید الدین حمیدیؒ کا حادثۂ ارتحال

مشہور عالم دین اور ہندوستان کی دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد کے مہتمم مولانا رشید الدین حمیدیؒ کا ۳ر جون سنہ۲۰۰۱ء کو مدینہ منورہ میں ستّر سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولانا حمیدیؒ بہت دنوں سے سخت علیل چل رہے تھے حالت بہت نازک ہوجانے کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ملک فہد ہاسپٹل کے انتہائی نگہداشت والے کمرہ میں رکھے گئے تھے۔

مولانا حمیدیؒ نامور عالم دین مولانا حمید الدینؒ کے فرزند اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے داماد تھے، مرحوم فروری سنہ۱۹۳۲ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی اور افتاء کی تربیت دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی تھی فراغت کے بعد مدرسہ فرقانیہ گونڈہ اور مدرسہ امداد العلوم زید پور بارہ بنکی میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔ سنہ۱۹۶۷ء میں مدرسہ دارالرشاد علمی بارہ بنکی کے مہتمم اور سنہ۱۳۹۶ھ میں مدرسہ شاہی مرادآباد کے مہتمم منتخب ہوئے اور آخر تک اس منصب اہتمام پر فائز رہے۔ وہ عظیم روحانی مرشد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلفاء میں تھے۔ تبلیغی دینی دعوت کے لئے انھوں نے بہت سے بیرونی اسفار کئے۔ ان کے دور اہتمام میں مدرسہ شاہی مرادآباد نے بڑی ترقی کی وہ ۲۶ سال تک مہتمم رہے، مرحوم کے دور اہتمام کا سب سے نمایاں کارنامہ مدرسہ شاہی کی تعمیرات ہیں۔ دارالافتاء، محکمہ شرعیہ، کتب خانہ، ادب کے شعبوں کو بڑی ترقی ملی۔ وہ اپنے اصول اور معمولات کے بڑے پابند تھے۔ مرحوم مولانا حمیدی کے پسماندگان میں دو لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے مولانا رشید الدین حمیدیؒ کے انتقال پر صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے اسے ملت کا نقصان قرار دیا۔

(ادارہ)

دُعائے مغفرت

دفتر نظامت ندوۃ العلماء کے کارکن ارشاد احمد صاحب کی چھوٹی بہن جن کی عمر تقریباً بائیس سال تھی، ایک مختصر علالت کے بعد مورخہ ۶ر جون سنہ۲۰۰۱ء کو ٹاملا اسپتال لکھنؤ میں انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ قارئین تعمیر حیات سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مدارسِ اسلامیہ انسانیت کے شفاخانے ہیں

انیس چشتی

۴ر دسمبر ۲۰۰۰ء کے مراٹھی روزنامہ "لوک مت" میں بلند شہا جن ۳ لکشمی اپارٹمنٹ رام داس پیٹھ اکولہ کے قلم سے ایک نہایت مفصل، سیر حاصل اور بڑی عرق ریزی سے لکھا مضمون شائع ہوا ہے جس کے عنوان کا ترجمہ اردو میں کچھ اس طرح سے کیا جاسکتا ہے: "مدرسے یعنی اسلامی دہشت گردوں کے تربیتی مراکز"۔ ایک اندازے کے مطابق مہاراشٹر بھر میں "لوک مت" اخبار تقریباً ایک کروڑ لوگ پڑھتے ہیں، ہمیں خود اس کا تجربہ ہے اس اخبار میں راقم کے سلسلۂ مضامین کی بازگشت آج تک سنائی دیتی ہے اور غیر مسلم افراد لگاتار مضامین کی فرمائش کرتے رہتے ہیں۔

مضمون نگار نے بڑی محنت اور جانکدستی سے شماریات اور تاریخوں کے حوالے سے مدارس کی حکمت عملیوں کو اجاگر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ افغانستان، پاکستان اور بھارت میں جو تباہی اور فساد مچا ہوا ہے اس میں آئی ایس آئی کی تربیت سعودی عرب کا پیسہ اور امریکی ہتھیاروں کی موجودگی نے "طالبان" کو جنم دیا ہے مضمون نگار کا کہنا ہے کہ کشمیر، ممبئی اور کوئمبٹور جیسے شہروں میں جو سلسلہ وار بموں کے دھماکے ہوئے ہیں ان میں بھی ان ہی ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے رابطۂ عالم اسلامی کے افتتاحی اجلاس مورخہ ۰ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو عالم اسلام کے نمائندوں کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "یورپ، امریکہ اور اسرائیل کو اگر کسی سے خطرہ ہے تو وہ صرف اسلام سے ہے وہ اپنی جہانگیری قائم کرنے اور انسانیت سوز اور ظالمانہ مقاصد کی راہ میں صرف اسلام اور مسلمانوں کو مزاحم پاتے ہیں میرے محدود مطالعے کی روشنی میں جو متنوع اقسام تاریخ اور علم الاجتماع پر مشتمل ہے اسلام کے لئے اس سے زیادہ سخت زمانہ کبھی نہیں آیا۔ جبکہ مشرق و مغرب دونوں جانب سے بلاخیز اور ہلاک سازشوں کا طوفان چل رہا ہے اور یہ ممالک اسلام کی قوت و نفوذ سے اس کی اثر انگیزی سے اور اس کے منکر ساز اثرات سے خائف بلکہ لرزیدہ ہیں۔

پہلے کبھی اسلام کو اس درجہ مہیب اور خطرناک نہیں سمجھا گیا تھا۔ وہ طاقتیں جو دنیا بھر کے وسائل کو اپنی مٹھی میں بند کرنا چاہتی ہیں۔ ان کو سب سے زیادہ خطرہ اسلام سے ہے یہ ایسا وقت ہے کہ جب خطرے کی گھنٹی تیز سے تیز تر ہو رہی ہے، اس وقت ہم بیدار ہوں اور خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے اس درجہ تیار ہوں جس درجے کے یہ خطرے ہیں۔"

زیر بحث مراٹھی مضمون اس پروپیگنڈے اور اسلام دشمن حکمت عملی کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔ اس مراٹھی روزنامہ میں آگے چل کر لکھا گیا ہے کہ "مغربی یوپی، بہار، آسام، بنگال، آندھرا پردیش کیرالا اور تمل ناڈو کے متعدد مدارس میں آج بھی بچوں کو اسلام کے ساتھ "جہاد" کی تلخ گھٹی پلائی جاتی ہے۔ کشمیری دہشت گردی کو کھاد پانی دیا جاتا ہے۔ شمال کی اسلامی دہشت گردی اور جنوب میں موجودہ "الامۃ" کے بم دھماکے یہ سب مدرسوں میں دی جانے والی تعلیمات کی کھلی مثالیں ہیں"

مضمون نگار کا کہنا ہے کہ "آئی ایس آئی نے افغانستان میں اپنی کارستانیوں کا کامیاب تجربہ کیا ہے، اب بھارت میں مدارس اور دہشت گردی کے ساتھ تال میل پیدا کرنے میں آئی ایس آئی کو زبردست کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اگر بروقت ان حرکتوں پر قابو نہ پایا گیا تو پورے بھارت میں اسلامی دہشت گردی بہت بڑے پیمانے پر پھیلنے کے آثار نمایاں ہیں"۔

ملک بھر کے مسلمانوں کی مذہبی ضرورت اگر نظر ہے تو ان کے ان مذہبی کاموں کے لئے صرف دو افراد ان مدرسوں سے مہیا کئے جارہے ہیں۔ شہر کی کتنی مساجد ایسی ہیں سلیقے کے امام مہیا نہیں ہیں۔ دیہاتوں کا تو ذکر ہی چھوڑ دیجئے۔ امام اور مؤذنوں کے علاوہ بھی ایسی لاتعداد ضرورتیں ہیں جہاں ان علماء کی مسلمانوں کو شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے، بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھانے والے عوام کو مسئلے مسائل بتانے والے، روزہ، نماز، حج، نمازِ جنازہ، تجہیز و تکفین، زکوٰۃ، شرعی و عائلی قوانین، نکاح، طلاق، وراثت، حقوق العباد، حقوق الزوجین حقوق اللہ وغیرہ جیسے لاتعداد مسائل ہیں جنہیں عوام کو بتانے والا کوئی نہیں، پونہ شہر کی کارپوریشن حدود سے لگا ہوا ایک چھوٹا سا دیہات جیرولی نام کا ہے۔ ایک بھرے جلسے میں ایک خاتون نے نہایت بے باکی سے کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ "ادے اب ان گاؤں والوں کی باتوں پر کیا یقین کرتے ہو۔ یہاں برسوں سے بغیر نماز جنازہ کے مُردے دفنائے جارہے ہیں"۔ اب یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کوردہ علاقوں کا کیا حال ہوگا۔

مدارس کا نصاب اتنا سخت اور اتنا طویل ہوتا ہے اور وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ طلبہ کو

سر اٹھانے کی مہلت نہیں ملتی۔ حدیث، تفسیر ادب، انشاء، تاریخ، منطق، اصول فقہ، افتاء، حفظ، جغرافیہ، پھر ادب میں عربی ادب، اردو ادب لسانیات، علم اسماء الرجال، فلسفہ، تصنیف و تالیف، انگریزی، فتویٰ نویسی، تحقیق اور اسی طرح کے دیگر کئی ہمالیائی علوم اور صحرائی کتابیں صرف آٹھ سال کے قلیل عرصے میں پڑھنی پڑتی ہیں۔ اس کے باوجود ہم جیسے جدید تعلیم یافتہ نابلد لوگ مدرسے والوں کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھتے ہیں کہ تمہارے فارغین کو نہ تو انگریزی آتی ہے نہ میتھس، نہ مراٹھی آتی ہے نہ ہندی۔

مدرسوں کے ان فارغین کا ملک کے ہندو نوجوانوں پر بڑا احسان ہے وہ ایسے کہ فراغت کے بعد نہ تو یہ ملازمتوں کی لائن میں کھڑے رہتے ہیں اور نہ ہی ڈاکٹری، انجینئرنگ اور دیگر پیشہ ورانہ اور مقابلہ جاتی امتحانوں میں داخلے کے لئے بر سرِ پیکار رہتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں نہ تو انھیں کسی منڈل کمیشن کی سفارشات سے سابقہ پڑتا ہے اور نہ ہی یہ راستوں پر خود سوزی کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد نے کانگریس، گاندھی جی، ولبھ بھائی پٹیل، خلافت تحریک اور پنڈت جواہر لال نہرو کا ساتھ دیکر اپنے ملک سے انگریزوں کو بے دخل کیا۔ اور جب وزارت اور صدارت بٹنے کا موقع آیا۔ تو یہ دوبارہ اپنی خانقاہوں میں واپس چلے گئے۔ اور حکومت کو کہلا بھیجا کہ "ہم نے آزادی کی جنگ اس لئے نہیں لڑی تھی کہ مادی روپ میں اس کا صلہ حاصل کریں۔ راج دربار تمہیں ہی مبارک ہو"۔ ان مدارس کے ایک بھی عالم نے کبھی بھی جناح اور پاکستان کی حمایت نہیں کی اس کے نتیجے میں انھیں خود مسلم لیگیوں سے ایسی ذلت اٹھانی پڑی کہ سر شرم سے جھک جاتا ہے، یقیناً اس آٹھ سالہ کورس میں اسلامی فلسفے اور عبادات کے تحت اور اسلامی تاریخ کے ضمن میں جہاد کا ذکر ضرور آتا ہے، لیکن کسی کلاس روم میں اس پورے سبق پر سے گذرنے کے لئے دس منٹ سے زیادہ کا وقت نہیں لگتا ہوگا۔ یہ لوگ نفس کے خلاف جہاد کو جہادِ اکبر سمجھتے ہیں اور سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے سچی بات بیان کرنے کو سمجھتے ہیں۔

ہمارے ملک میں ایک بڑی سازش کے تحت جو بات ہے ہی نہیں، اسے بار بار بیان کر کے ان معصوم ذہنوں کو مسموم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایسے شریر لوگوں کے خلاف خود ہندو اور مسلمان دونوں کو مل کر جہاد چھیڑنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مدارس کا تعلق ہے ان کے نصابوں کی طرح ان کے مدارس کے در و دیوار بھی کھلے ہیں۔ جس بھائی کا جب جی چاہے ان مدارس میں وزٹ کر سکتا ہے۔ بلکہ میرا تجربہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ہمارے پاس آئیں۔ اس میں کسی مذہب کی کوئی قید نہیں ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ لوگ انھیں مشورے دیں۔ مجھ جیسے دنیادار افراد کے انھوں نے مشورے قبول کئے ہیں اور اپنے کورسوں میں کمپیوٹر شناسی ڈی۔ٹی۔پی اور پروگرامنگ کے کورس جاری کئے ہیں۔ انھوں نے لاکھ مخالفت کے باوجود انٹرنیٹ کے کنکشن لئے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی اور عمومی سائنس جیسے شعبوں سے اپنے طلبہ کو روشناس کروانے کے لئے چند مدارس نے ہی سہی لیکن پہل ضرور کی ہے۔ ان مدارس کے بعض نہایت بالغ نظر افراد آر ایس ایس اور آئی ایس آئی کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔ انھوں نے تمام سرکاری جگہیں اور اعلیٰ تعلیم کے داخلے اپنے ہندو نوجوان بھائیوں کے لئے چھوڑ رکھے ہیں۔ وہ کسی سرکاری گرانٹ یا سہولتوں کی جھولیاں کے لئے اپنے ہم وطن بھائیوں کے ہاتھوں پاؤں میں بالکل نہیں آتے۔ اس عظیم قربانی کا خود مدارس والوں کو علم نہیں ہے۔

اس وقت عالمی سطح پر مدرسے والوں کو قربانی کا بکرا بنانے کے لئے ایک مبسوط مہم چل رہی ہے۔ خود اکیلے بھارت میں کئی بیرونی اسکالرز پچھلے کئی برسوں سے سرکاری اخراجات پر پی۔ ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ اور ان کا موضوع "مدارس اور دینی تعلیم ہندوستان میں" کے ارد گرد ہی ہے۔ یہی پی۔ ایچ ڈیاں آگے چل کر تحقیقی رپورٹیں بنتی ہیں اور بین الاقوامی فورم میں پیش کئے جانے کے بعد مسلمانوں کی گلے کی ہڈیاں بنتی ہیں اس لئے ہمیں:

۱: ہمارے قریب ترین سرکاری ایجنسیوں مثلاً شعبہ تعلیم یونیورسٹی اور پولیس کو اعتماد میں لینا ہوگا۔

۲۔ ہماری اصل طاقت مثبت سوچ رکھنے والے ہمارے ہندو بھائی ہیں انھیں اعتماد میں لیکر ان کے سامنے اپنی ہر کارکردگی کو پیش کرنا ہوگا۔

۳۔ مسلمانوں کی طرح ہندو بھائیوں کے بھی لاتعداد مسائل ہیں۔ دلتوں اور پچھڑی ہوئی جاتیوں کے بھی مسائل ہیں۔ ان کے مسائل سے دلچسپی گویا انسانیت سے دلچسپی ہے۔ ہر مدرسے میں اس کے لئے ایک شعبہ قائم کرنا ہوگا۔

۴۔ اس ملک میں رہتے ہوئے ہمیں چودہ سو سال ہو گئے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ آج تک ہم اپنے برادرانِ وطن کو اذان کا مطلب تک نہیں سمجھا سکے۔ غیر مسلموں میں دین کی فہم اور اسلام کے تعارف کیلئے ایک مستقل شعبہ ہر مدرسے میں قائم کرنا ہوگا۔

۵:۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور ذاتوں کے تعلق سے ہمارے اندر بھی بہت سی غلط فہمیاں ہیں، ہندو اور عیسائی جین اور بدھ اسکالروں کو مدارس میں بلاکر ان کے عقائد سے بھی طلبہ کو روشناس کرانا ہوگا۔ غلط فہمیاں دور کرنے کے لئے ممکن ہے یہ حکمت عملیاں ایک بہتر متحدہ معاشرے کو جنم دینے میں مفید ثابت ہو سکیں۔

آیاتِ قرآنی کی روشنی میں پردہ کا حکم

مختار احمد ندوی بجنوری

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیجئے کہ اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں، یہ بات قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی۔ اور ستائی نہیں جائیں گی جو لوگ عربی زبان کے قواعد و لغات جملات و محاورات فصاحت و بلاغت اور عربی ادب کی نزاکتوں اور باریکیوں سے واقف ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت خاص چہروں کو چھپانے کے لئے ہے کیونکہ چہرہ دیکھنے سے ہی نفسانی جذبات زیادہ متحرک ہو سکتے ہیں اس کی حکمت یہ بتائی گئی کہ جب عورتیں اس طرح مستور رہیں گی تو کوئی ان سے بداخلاقی کی جرأت نہ کر سکے گا۔ صحابہؓ کے دور سے آج تک اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابن عباسؓ امام رازی، محقق قاضی بیضاوی، محقق جلال الدین مصری، مفسر علامہ ابن کثیر دمشقی، محدث شاہ ولی اللہ دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی محمد شفیع پاکستانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور نئے دور کے مشہور و معروف صاحب قلم مفسر و محقق مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ان تمام حضراتؒ نے اس آیت کا یہی مفہوم اپنی تفسیروں میں بیان فرمایا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ عہد نبوی میں عورتیں اپنے چہروں پر اپنی چادروں سے گھونگھٹ ڈالنے لگی تھیں اور بے پردہ رہنے کا دستور ختم ہو گیا تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ بنت منذر فرماتی ہیں کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد حالت احرام میں جب سوار ہمارے قریب سے گذرتے تھے تو ہم اپنی چادروں کے گھونگھٹ اپنے سروں کی طرف سے اپنے چہروں پر ڈال لیتی تھیں پس منظر یہ ہے کہ ابتدائے عہد اسلام میں اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کچھ منافق اور شریر لوگ شریف عورتوں کو بھی ستانے لگے تھے اس لئے عورتوں کیلئے پردہ لازم کر دیا گیا۔ غضِ بصر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا کہ اے نبی! مومن عورتوں سے فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں اور دوسروں کو اپنی زیبائش نہ دکھائیں اور اپنی چادریں اپنے سروں کی طرف سے اپنے سینوں پر ڈال لیں۔ تاکہ اس طرح گردن، سر، چہرہ اور سینہ وغیرہ مستور رہے، مردوں کو ایک خاص حکم یہ دیا گیا کہ وہ زنانخانوں میں بغیر اجازت اندر نہ جایا کریں کیوں کہ اس حرکت سے عورتوں کی بے پردگی ہو سکتی ہے۔ عورتوں کے باہر نکلنے کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ زمین پر اپنے پاؤں اس طرح مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے وہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ یعنی ان کی چال ایسی نہ ہو کہ زیور اور پازیب کی جھنکار سے اجنبی لوگوں کا میلان اور توجہ ان کی طرف ہو جائے کیونکہ اکثر اوقات زیور کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کیلئے محرک ہوتی ہے، فقہاء نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ عورت کی ہر وہ آواز اور صورت جو لوگوں کی دلکشی اور رغبت کا سبب ہو وہ ممنوع اور ناجائز ہے، ازواج مطہرات کو یہ حکم دیا گیا کہ اگر دینی مسائل میں جواب دینے کی ضرورت پیش آجائے تو اس بات کا خیال رہے کہ غیر مردوں کو نرم اور دلکش لہجے میں جواب نہ دیں۔ بلکہ لہجہ قدرے خشک و سخت ہونا چاہئے تاکہ کسی کی نفسانی توجہ نہ ہو سکے، کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اس سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ عورت کو اذان دینے کی اجازت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ عورت اتنی زور سے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے یا دینی وعظ نہ کہے کہ اس کی آواز غیر مردوں تک پہونچ جائے چنانچہ قرأت کے جلسوں یا نعتیہ مشاعروں میں عورتوں کو شرکت کی اجازت نہیں ہے قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ بیٹھی رہو۔ اور زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں غیر مردوں کے ساتھ بے پردہ پھرتی تھیں۔ اور بناؤ سنگار کر کے لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اپنے حسن کی نمائش کرتی تھیں اسلام نے اس متعدی برائی کا سدباب کرنے کے لئے نگاہ اور چہرہ پر پابندی لگائی۔ اور ان کو اکثر اوقات گھروں میں رہنے کا پابند بنا دیا تاکہ وہ اپنے محل کی زینت رہیں۔ محفل کی زینت نہ بنیں چنانچہ روایات میں ہے کہ اس آیت کے

نازل ہونے کے بعد تمام عورتوں کو مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا تھا تاکہ فتنہ کا کوئی احتمال ہی باقی نہ رہے، ام نائلہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ابو برزہ اسلمی باہر سے اپنے مکان پر تشریف لائے دیکھا کہ امّ ولد گھر میں موجود نہیں ہیں گھر والوں نے بتایا کہ وہ مسجد میں نماز پڑھنے گئی ہیں۔ جب وہ واپس آگئیں تو وہ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اب عورتوں کو جمعہ و جماعت اور جنازہ وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ راوی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ عورت کا اپنی کوٹھری میں نماز پڑھنا اپنے کمرہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اپنے کمرہ میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم کو جنازوں میں شرکت کرنے سے روکا گیا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے قبروں پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، اسلام میں بے پردہ رہنے والی عورتوں سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ ان کے چہروں پر غیر مردوں کی نگاہیں پڑتی رہتی ہیں۔ اس طرح اپنے گھر کے بالغ نوکروں سے بھی پردہ کرنے کا حکم ہے، اس پرفتن دور میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عورت کو اپنے شوہر اپنے باپ اپنے بھائی اور اپنے بیٹے کے علاوہ دنیا کے تمام مردوں سے پردہ کرنا ضروری ہے۔

اسلام نے نفسانی امراض ختم کرنے کیلئے بدنظری اور بے حجابی پر خاص طور سے پابندی لگائی ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تمام فواحش کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ ایک مرتبہ بارگاہ نبویؐ میں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہؓ بیٹھی ہوئی تھیں اتنے میں ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان دونوں سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرلو معلوم ہوا کہ نابینا مرد سے بھی پردہ ضروری ہے۔ اس طرح نابینا عورت کو بھی پردہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ نفسانی جذبات ہر دو جگہ متحرک ہو سکتے ہیں، جس مذہب کا یہ قانون ہو کیا آپ اس سے امید رکھ سکتے ہیں کہ وہ اسکولوں اور کالجوں میں، دفتروں اور تھیٹروں میں، ہوٹلوں اور پارکوں میں مرد و عورت کے اختلاط کو جائز رکھے گا؟ یا عورت کو بے پردہ رہنے کی اجازت دے گا؟ بدنظری و بے حجابی کے جو بدترین نتائج ہیں وہ اب دنیا کے سامنے ہیں، یہ عورت کی آزادی سلب کرنے کیلئے نہیں بلکہ یہ وہ خدائی قانون ہے جو صنف نازک کا محافظ و خیر خواہ ہے مگر افسوس ہے کہ اب اکثر لوگ پردہ کی اہمیت سے غافل ہیں۔

بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے

— امۃ اللہ تسنیم

زمانے کی حالت کہوں میں کہ کیا ہے
ہر اک خود پرستی میں یاں مبتلا ہے
نہ عقبیٰ کا ڈر نہ پروائے دنیا
بس آرام اپنا ہر اک چاہتا ہے
جو دینی اخوت تھی کمیاب ہے وہ
یہاں اب تو بھائی سے بھائی جُدا ہے
دلوں میں ہے بُغض و حسد کارفرما
ہر اک دوسرے کا بُرا چاہتا ہے
نہ عزت نہ دولت نہ حکمت ہے باقی
دماغوں میں لیکن تکبّر بھرا ہے
بڑوں کی ہے عزت نہ چھوٹوں سے اُلفت
کہوں کیا زمانے کی بگڑی ہوا ہے
ہمیں ہے فقط عیب جوئی سے مطلب
جو کچھ رہ گیا ہے یہی رہ گیا ہے
گذرتی ہیں غفلت میں راتیں جہاں کی
صدائے جرس ہے نہ بانگِ درا ہے
حوادث کے گرداب میں ہم پھنسے ہیں
سفینہ کوئی دم میں اب ڈوبتا ہے
ہَوا اس زمانے کی اچھی نہیں ہے
ہَوا و ہَوس میں ہر اک گُم ہوا ہے
جسے ناز تھا اپنے ہوش و خرد پر
وہ سر آج قسمت کے آگے جُھکا ہے
خبر تو نے گا تو مٹ جائیں گے ہم
ہے کشتی بھنور میں مخالف ہوا ہے
نگاہِ کرم بے کسوں پر ہے لازم
الٰہی تری ذات کا آسرا ہے
پریشان تسنیم کیوں اس قدر ہے
مسلمان کا آپ حامی خُدا ہے

صبر و شکر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حالت بھی عجیب ہوتی ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اسے خیر اور بھلائی ہی ملتا ہے اور یہ مومن کے سوا کسی کو نصیب نہیں اگر وہ تنگ دستی، بیماری اور دکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ دونوں حالتیں اس کے لئے بھلائی کا سبب بنتی ہیں (صحیح مسلم)

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ ایک زمین قبرستان کے لیے وقف کی گئی اور اس میں ایک میّت بھی دفن کی گئی لیکن غیر مسلموں کے اعتراض کی وجہ سے یہ متنازعہ فیہ مسئلہ بن گیا۔ اور معاملہ پولیس تک پہنچ گیا بعد میں یہ طے پایا کہ اس کے بدلے جو صاحب زمین دیں گے اس کے عوض میں حکومت ان کو نوکری دے گی۔ ایک مسلم شخص نے زمین دے دی اور قبرستان کو منتقل کر دیا گیا۔ اب مسئلہ درپیش یہ ہے کہ مذکورہ زمین جو قبرستان کے لیے وقف شدہ ہے اسکو مدرسہ میں منتقل کر دیا ہے۔ مذکورہ مسئلہ کے لیے شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

ج:۔ دریافت کردہ صورت میں جو زمین قبرستان کیلئے وقف کی گئی تھی اس کو مدرسہ میں منتقل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ زمین قبرستان ہی رہے گی۔

س:۔ کیا مسجد کے تعمیری فنڈ کے روپئے سے مسجد ہی کے مائک کیلئے بیٹری خرید سکتے ہیں؟

ج:۔ جی ہاں خرید سکتے ہیں والأصح ماقال الامام ظهیر الدین، أن الوقف علی عمارة المسجد وعلی مصالحه سواء كذا فی فتح القدیر۔ (فتاویٰ هندیة ج۲ ص۴۶۱)

س:۔ دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک شخص کو اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں پر شک ہوا کہ کتنی رکعتیں چھوٹی ہیں تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند نماز ختم کرلی تو نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں نماز درست ہو گئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی اقتداء امام کی حیثیت سے کی ہے تو نماز درست نہ ہوگی۔ "فعو دونسی احد المسبوقین فقضی ملاحظاً للآخر بلا اقتداء صح (درمختار مع الشامی ۱/۵۵۸)

س:۔ ایک شخص امامت کرتا ہے مگر قرآن میں غلطیاں کرتا ہے، حروف صحیح ادا نہیں ہوتے ہیں حتیٰ کہ نمازیوں کو بعض اوقات سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا پڑھ رہا ہے صورت مسئولہ میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں جب امام صاحب صحیح قرأت نہیں کرتے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ کسی اور کو امام مقرر کرلیں جو قرآن مجید صاف اور صحیح پڑھتا ہو۔

س:۔ کیا تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ج:۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے، تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ سمّی سراً فی اول کل رکعة (درمختار مع الشامی ص۴۵۷)

س:۔ کیا مقتدی کا دخول نماز کے بعد امام سے پہلے نماز کے کسی فعل کا کرنا درست ہے؟

ج:۔ مقتدی کا امام سے پہلے کسی فعل کا کرنا درست نہیں ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو تو قرأت جہراً کرے یا سرّاً؟

ج:۔ اگر سری نماز ہے تو لازماً سری قرأت کرے، اور اگر جہری نماز ہے تو اسے اختیار ہے چاہے قرأت جہراً کرے یا سرّاً۔ مگر قرأت بالجہر افضل ہے "وان کان منفرداً و کانت الصلاة تخافت فیها تخافت حتماً هو الصحیح وان كانت الصلاة يجهر فيها هو بالخيار والجهر افضل ولكن لا يبالغ مثل الامام كانه لا يسمع غير كذا فى التبيين (فتاویٰ عالمگیریہ جلد اول ص۹۸)

س:۔ کسی مسجد میں نماز باجماعت ہو رہی ہے جس میں مقتدی عموماً دو صفوں میں ہوتے ہیں پہلی صف بھرنے کے بعد دوسری صف خالی رہتی ہے کہ تیسری صف میں بچے آکر کھڑے ہو جاتے ہیں، بعد میں آنے والے نمازیوں کو دوسری صف تک پہنچنے میں بچوں کے سامنے سے گذرنا پڑتا ہے اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں بچوں کے سامنے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آگے سے گذر کر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیئے۔

س:۔ نوٹ یا پوسٹ کارڈ (تصویر والے) جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:۔ تصویر والے نوٹ یا پوسٹ کارڈ وغیرہ کو جیب میں ضرورتاً رکھ کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔

عیسائیوں کے تسلط کے باوجود گھانا میں اسلام کی مقبولیت بڑھ رہی ہے

تحریر: عبد السلام حمزہ ——— ترجمہ: سید مسعود حسن حسنی

گھانا میں عیسائی مذہب کے ماننے والے بڑی اکثریت میں آباد ہیں۔ اور ملک کے تمام سرکاری اداروں پر عیسائیوں ہی کا قبضہ ہے، وہاں مسلمان اقلیت میں ہیں اور تعلیم میں پیچھے رہنے کی وجہ سے اعلیٰ عہدوں تک نہیں پہونچ پاتے، تعلیم میں پیچھے رہنے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے انگریزی تعلیم گاہوں سے اپنے بچوں کو عیسائی ہو جانے کے خوف سے دور رکھا ہے کیوں کہ تمام انگریزی تعلیم گاہیں دراصل کلیسائی ادارے ہیں چنانچہ والدین نے اپنے بچوں کو اپنے معاشرہ اور عقیدہ سے کٹ جانے اور اپنے دین سے دور ہو کر کافر ہو جانے کے مقابلہ میں علوم عصریہ سے ناواقف رہنے کو ترجیح دی، لیکن حکومتی اداروں اور تعلیمی میدان میں مسلمانوں کے کم ہونے اور ثقافتی لحاظ سے کمزور ہونے کی وجہ سے مسلمان غیر منظم ہیں اور ان کی کوئی قیادت نہیں اور نہ وہاں کی زندگی پر کوئی مؤثر رول ہے، اور نہ ہی ان کے پاس اسلام کی اشاعت کے وسائل ہیں کہ وہ اسلام کو پیش کر سکیں۔ اور اسلام پر ہونے والے حملوں کا مقابلہ کر سکیں مگر اس کے باوجود نہ ہی اسلام کمزور ہو رہا ہے، اور نہ ہی اس کی قوت فوت ہو رہی ہے۔ بلکہ اللہ کے فضل و کرم سے روز بروز اس کی قوت اور ترقی میں اضافہ ہو رہا ہے، اور اس کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے،

افریقہ میں مسلمان بچوں کو نصرانی بنانے کی تحریک ایک ایسا معاملہ ہے جو عالم اسلام سے پوشیدہ نہیں ہے اور جو کچھ ہو رہا ہے اسلامی ممالک اس سے واقف ہیں، جبکہ جرائد اور مجلات اور اسلامی اخبارات ان حقائق کو اپنے روزناموں ہفتہ واری رسالوں اور ماہناموں میں ظاہر کرنے میں کسی بھی قسم کی فروگذاشت نہیں کر رہے ہیں لیکن گھانا اور تمام دنیا میں نصرانیت اپنی ساری پلاننگ اور انتھک کوشش اور بھرپور وسائل کے باوجود دعوت اسلامی کا (جو کہ وسائل کے اعتبار سے پچھڑے پن کی حیثیت رکھتی ہے) مقابلہ نہیں کر پا رہی ہے، یہ عجیب بات ہے اور مسیحیت کی تبلیغ کرنے والے اہل فکر و عمل کو متحیر کئے ہوئے ہے، اسلامی داعی کے پاس اسباب کی کمی ہے، گھانا میں داعی کی حیثیت (یہ داعی چاہے خود گھانا سے متعلق ہو یا بیرونی ممالک سے اس کا تعلق ہو) اس فوجی کی طرح ہے جس کو کسی معرکہ میں بھیجا گیا ہو۔ اور اس کے پاس دشمن کے مقابلہ کے لئے دشمن کے مثل جنگی ساز و سامان نہ ہو۔

اخبارات، ریڈیو اسٹیشن، ٹیلی ویژن کسی بھی چیز کو جو اسلام کے حق میں ہو نشر نہیں کرتے۔ اخبارات، ریڈیو اسٹیشن اور ٹیلی ویژن اسلام کے بارے میں کسی خبر کے نشر کرنے سے پہلے اس کے بارے میں پورا اطمینان کر لیتے ہیں کہ وہ ان کے مقاصد کو نقصان تو نہیں پہنچا رہی ہے اس لئے کہ ان کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کا کوئی عمل یا کردار چاہے وہ معاشرہ میں ہو یا اس کا ذکر وسائل ابلاغ کے ذریعہ ہو وہ لوگوں کے دلوں کو متاثر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے صحافتی وسائل میں مسلمانوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔

ادھر کچھ عرصہ سے حکومت نے جمعہ کے دن رات میں ۱۵ منٹ مسلمانوں کے لئے خاص کر دیئے ہیں جس میں وہ (العقیدہ) کے عنوان کے تحت اپنے مذہب کے بارے میں کچھ نشر کر سکتے ہیں صرف اسی ایک پروگرام میں مسلمان واعظ کو اپنے عقیدہ کے پھیلانے اور لوگوں کے لئے اسلام سے ناواقف مسائل کے پھیلانے کا موقع ملتا ہے۔

ایک عیسائی سے ملاقات کے دوران ہم دونوں میں اسلام کے متعلق گفتگو شروع ہوئی تو اس نے اپنی گفتگو کے ضمن میں مذکور (العقیدہ) پروگرام کا ذکر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا ٹیلی ویژن کی اسکرین پر (العقیدہ) کے پروگرام کے ظاہر ہونے سے پہلے میں اسلام کو منظم احکام و قواعد کا نظام نہیں سمجھتا تھا۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر ہفتہ اس پروگرام کو پابندی سے دیکھتا ہوں۔ اور یہ میرا پسندیدہ پروگرام ہے۔

عیسائیوں نے اس پروگرام کو بند کروانے اور ٹیلی ویژن کے اسکرین سے دور کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر ان چند مسلمانوں نے جو ریڈیو اور ٹی وی پر کام کرتے ہیں۔ ان کی اس کوشش

کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔

عیسائیوں کی اسلام سے دلچسپی میں اضافہ

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ عیسائیوں کے پاس بہت زیادہ ذرائع ہیں جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہیں ان سب چیزوں کے باوجود مسلمان واعظ جب وعظ کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ایک بڑی تعداد اس کے وعظ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کر لیتی ہے، کوئی بھی دن ایسا نہیں گزرتا جو اسلام کے لئے مددگار نہ ہو پھر عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں کا بڑا طبقہ تعلیم یافتہ اور مثقف لوگوں سے تعلق رکھتا ہے (آپ اسلام قبول کرنے والوں کو تعلیم یافتہ اور مثقف پائیں گے) جو کبھی عیسائی تھے اور کلیسا میں کسی اہم منصب سے متعلق تھے۔ یہ تمام لوگ دین اسلام قبول کرنے کے بعد خود وعظ وارشاد کا فریضہ انجام دینے لگتے ہیں اور اپنے مسیحی بھائیوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور ان کے سامنے ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن سے ان کے عقیدہ کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے اور ان کی کتابوں میں جو کمیاں اور خامیاں ہیں ان کو ان کے سامنے بڑے واضح انداز میں بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر "موسیٰ کوجو بیلی" ہیں یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے چالیس سال سے زائد عرصہ دین اسلام میں گزارا ہے، اور ان کی ساری عمر اسلام کی دعوت پھیلانے میں گزری ہے، وہ یونیورسٹی کی مسجد کے سامنے کھڑے ہوکر وعظ کہتے ہیں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں، اس کے نتیجہ میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کی اس مقبولیت اور تاثیر کی وجہ سے اس مسجد کو جو تینتیس ۳۳ سال قبل تعمیر ہوئی تھی منہدم کیا گیا "ابراہیم اشیتی" کا انتقال ہو چکا ہے۔ انھوں نے جب اسلام کی دعوت کا عمل شروع کیا تو ان کے خاندان نے ان کا بائیکاٹ کر دیا۔ لیکن خاندان کے بائیکاٹ سے وہ متاثر نہیں ہوئے۔ بلکہ اس سے ان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہی ہوا۔ انھوں نے بہت سے شاگرد پیدا کئے جنھوں نے ان کی اقتداء کی اور ان کی دعوت سے متاثر ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے شاگردوں نے دعوت اسلامی کے جھنڈے کو تھام لیا۔

مسلمانوں کو نصرانی بنانے کی کوشش میں نصرانیت کا نیا اسلوب

جیسا کہ ہیں نے ان بعض اشخاص کا جنھوں نے عیسائیت سے اسلام قبول کر لیا تھا ذکر کیا اور ساتھ ساتھ ان کے اس عمل کا بھی ذکر کیا جو وہ برابر اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں کرتے رہتے ہیں اور اس کا بھی ذکر کیا کہ انجیل کی بعض جگہوں میں جو کمیاں اور خامیاں ہیں وہ اپنے بھائیوں کے سامنے ان کمیوں اور خامیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

وعظ کے اس اسلوب نے تبشیری حملوں کو کمزور کر دیا۔ اور اس اسلوب سے مبشرین نے یہ سمجھ لیا کہ نصرانیت کی دعوت کے لئے اب ان کے پاس کوئی گنجائش نہیں ہے، تو انھوں نے خود اس اسلوب کو اپنانے کی کوشش شروع کر دی۔ جس کو مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے، چنانچہ انھوں نے ایک جمعیت کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام (اسلام سے مرتد ہونے والوں کی تنظیم رکھا) انھوں نے دعویٰ کیا کہ جو لوگ اسلام لائے وہ اسلام سے متنفر ہوکر پھر عیسائی ہو گئے۔ انھوں نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ قرآن میں انھوں نے ایک ایسی آیت پائی جو اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمان راہِ راست پر نہیں آسکتے ہیں یہاں تک کہ سیدھے راستہ پر آجائیں۔ اور سیدھے راستہ کی دلیل وہ (اهدنا الصراط المستقیم) سے دیتے پھر وہ اس کی تاویل کرتے کہ مسلمان کو سیدھے راستہ کی طرف آنے کی ضرورت ہے اور سیدھے راستہ کی تعبیر میں حضرت مسیحؑ کے طریقہ کی اتباع کرنا بتاتے ہیں۔ انھوں نے بہت سی کتابیں اور لٹریچر "ایک مسیحی" کے نام سے شائع کیا جس کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اشانتی کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔

نصرانی تحریک کے مقابلہ کرنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کا موقف

اس تحریک سے مسلمان داعی گھبرائے نہیں بلکہ انھوں نے اس کا قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ان کے دعویٰ کا پول کھولا۔ ان داعیوں میں سے بعض نے انگریزی زبان میں بعض رسائل لکھے، اور بعض کے عربی اور مقامی زبانوں میں ترجمے ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ مگر یہ رسالے بہت ہی محدود تعداد میں چھپ سکے۔ میں نے ان بعض بھائیوں سے جو اس تحریک کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ملاقات کی اور ان کے ساتھ ایک جلسہ منعقد کیا پھر میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے تئیں اتحاد قائم کریں۔ ان کا مقصد ایک ہو۔ ایک جمعیت کے تحت کام ہو اور جمعیت کے کچھ اہداف اور منظم قانون و قواعد ہوں، وہ اس اجتماع سے بہت خوش ہوئے۔ اور جو میں نے نصیحت کی تھی اس پر عمل کرنے کا انھوں نے وعدہ کیا۔

(بشکریہ عالم الاسلامی)

عالم اسلام

ہر سال بیس ہزار امریکی اسلام قبول کرتے ہیں

محمد وثیق ندوی

ایک امریکی تازہ رپورٹ کے مطابق امریکہ کے اندر حالیہ برسوں میں مسلمانوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ وہاں اب مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۹۰ لاکھ تک پہنچ گئی ہے اور مساجد کی تعداد میں گذشتہ چھ۶ سالوں کے مقابلے ۲۵ فیصد اضافہ ہوا ہے اب مسجدوں کی تعداد تقریباً ۱۲۰۹ ہو گئی ہے۔ دوسری طرف ہر سال بیس ہزار امریکی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ امریکہ میں بہت تیزی کے ساتھ اسلام پھیل رہا ہے ہر سال انیس ہزار سات سو ۱۹۷۰۰ امریکی اسلام قبول کرتے ہیں ان میں سے چودہ ہزار ۱۴۰۰۰ کا تعلق سیاہ فام لوگوں سے ہوتا ہے۔

رپورٹ میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ہر ہفتہ چار سو گیارہ ہزار امریکن مسلمان جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں جس میں مردوں کا تناسب ۸۷ فیصد ہے رپورٹ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ امریکن مسلمانوں کی تہائی آبادی کا تعلق جنوب ایشیا سے ہے، اور تیس ۳۰ فیصد افریقی ہیں اور پچیس ۲۵ فیصد عرب اور انگریزی زبان کو خطبۂ جمعہ کے لئے بنیادی زبانوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

رپورٹ ہی میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ غالباً تمام مسجدیں ہفتہ واری دینی درسوں اور حلقوں کا انتظام کرتی ہیں جبکہ اکیس ۲۱ فیصد مسجدوں میں مستقل طور پر قرآن کریم اور فقہ کی تعلیم دی جاتی ہے، رپورٹ میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ ان درسوں اور حلقوں میں اکیس ہزار سات سو ۲۱۷۰۰ مسلم شریک ہوتے ہیں

انگولا میں اسلام کی پیش رفت

انگولا جنوبی افریقہ کا ایک ملک ہے، الحمدللہ! یہاں عرب تاجروں اور اس ملک کی سیر وسیاحت کرنے والے مسلمانوں کی کوششوں کے نتیجہ میں انگولا کے مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا ہے،

افریقی نیوز ایجنسی کے مطابق انگولا کی مجموعی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے انگولا کی مجموعی آبادی ۱۱ ملین ہے جس میں مسلم آبادی اس وقت ۲۷۵ ملین ہے جبکہ سنہ ۱۹۸۹ء میں مسلمانوں کی آبادی صرف دو لاکھ تھی۔

بعض تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ انگولا میں اسلام قبول کرنے والوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کا سبب عرب تاجرین کی بڑھتی ہوئی وہ تعداد ہے جو حالیہ چند برسوں میں افریقہ کے مغربی ممالک سے رہائش کی غرض سے انگولا ہجرت کر آئی ہے۔

دوسری طرف انگولا کے متعدد شہروں میں زبردست اسلامی سرگرمیاں جاری ہیں مثلاً کہیں اسلامی تنظیمیں اور انجمنیں تشکیل دی جا رہی ہیں تو کہیں اسلامی مدارس برائے تحفیظ قرآن کریم و مساجد قائم کی جا رہی ہیں۔

انگولا کے مسلمانوں میں بنیادی اور دینی اعتبار سے سب سے زیادہ اثر ورسوخ مجلس اعلیٰ برائے اسلامی امور کو حاصل ہے اس کے ماتحت اور زیر انتظام متعدد و مختلف اسلامی امور انجام پا رہے ہیں۔

کویت میں ہر ماہ ۱۲۰ افراد اسلام قبول کرتے ہیں

کویت کی "النجاۃ" ویلفیر سوسائٹی کی ذیلی تنظیم برائے تعارف اسلام کے سروے کے مطابق کویت میں روزانہ چار افراد اسلام قبول کرتے ہیں یعنی ہر ماہ ایک سو بیس ۱۲۰ افراد حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں بالفاظ دیگر ہر تین مہینے میں ۳۶۰ لوگ اسلام قبول کرتے ہیں۔ یہ نومسلم ملک کے مختلف علاقوں اور جنسوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ سروے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ اسلام لانے والوں کی اکثریت کا تعلق ہندوستان، سری لنکا، چین، فلپائن اور یورپی ممالک سے ہے۔

"لندن میں برطانوی ولی عہد کے ہاتھوں ایک اسلامی ادارہ کا افتتاح"

- برطانیہ کے ولی عہد تشارلز نے ابھی حال ہی میں لندن میں قائم "مرکز المنار للتراث الثقافی الاسلامی" ادارہ کا افتتاح کیا ہے، اس موقع پر اندرون ملک اور بیرون ملک کئی اہم مسلم اور غیر مسلم شخصیات موجود تھیں، اس اسلامی ثقافتی ادارہ کا مقصد عوام الناس میں اسلام کا تعارف کرانا۔ برطانیہ کی مسلم آبادی میں اپنے اسلامی تشخص اور تہذیبی وثقافتی ورثہ کی حفاظت کا شعور بیدار کرنا۔ اور مسلم آبادی اور وہاں کی مرکزی و مقامی انگریزی اتھارٹیز اور افسران کے درمیان تعاون ویکجہتی کی فضا ہموار کرنا وغیرہ ہے۔
- سویڈن میں مسلمانوں نے ایک رجسٹرڈ زکوٰۃ کا فنڈ قائم کیا ہے جس کا مقصد مسلمانوں سے زکوٰۃ کی رقم لے کر جمع کرنا اور اسے اس کے جائز شرعی مصارف میں صرف کرنا ہے۔

(العالم الاسلامی مکۃ المکرمۃ)

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(نویں و آخری قسط)

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

مغربی جرمنی کی نومسلمہ خاتون رابعہ کہتی ہیں کہ مغربی سوسائٹی میں جو آزادی دی گئی ہے وہ سب جھوٹ اور فراڈ ہے، مغربی آزادی کا مفہوم صرف یہ ہے کہ ہر شخص من مانی زندگی گزارے۔ لیکن حقیقی آزادی اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ملتی ہے۔ (۱)

برطانیہ کے مشہور مغنی نے اسلام قبول کرکے اپنا نام یوسف اسلام رکھا ہے اب وہ اپنی ساری صلاحیتیں نئی نسل کی دینی تعلیم و تربیت پر صرف کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ اسلامی تاریخ، سیرت نبوی سے متعلق واقعات کو ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ پیش کر رہے ہیں تاکہ اسلامی تاریخ سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔

امریکی کلیسا کی مرکزی تنظیم نے چھ ہزار چار سو تربیت یافتہ مسیحی مبلغوں کو اسلامی اور افریقی ملکوں میں بھیجا تاکہ وہ مسیحیت کی تبلیغ کر سکیں۔ ان کی تیاری پر دس سال کے عرصہ میں ایک کروڑ بیس لاکھ ڈالر صرف ہوئے، لیکن دو سال بعد یہ رپورٹ ملی کہ آدھے سے زیادہ کلیسائی مبلغین کعبہ کے پاسبان بن گئے اور اب وہ افریقی اور مغربی ملکوں میں اسلام کے داعی کی حیثیت سے زندگی گزار رہے ہیں، قبول اسلام کے یہ واقعات زیادہ تر افریقی ملکوں میں پیش آئے۔

۱۹۹۶ء میں جو رپورٹ امریکی مسلمانوں سے متعلق شائع ہوئی تھی اس میں بتایا گیا تھا کہ امریکی افواج میں مسلمان فوجیوں کی تعداد دس ہزار ہو گئی ہے۔ ان امریکی فوجیوں میں خاصی تعداد ان لوگوں کی ہے جنھوں نے سعودی عرب میں قیام کے دوران اسلام قبول کیا تھا، ان فوجیوں کی دینی رہنمائی، اخلاقی تربیت اور نمازوں کی امامت کے لئے عبدالرشید امریکی فوجی کو بطور امام و دینی مرشد کے متعین کیا گیا ان کو جو فوجی نشان دیا گیا ہے اس میں ہلال اور ستارہ بھی ہے۔ عیدین کی نماز اور خطبے پہلی بار جب سرکاری طور پر ٹی وی اور ریڈیو پر براہ راست نشر کئے گئے تو چھ ماہ کے اندر پندرہ سو فوجیوں نے عبدالرشید کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ عبدالرشید کے بقول عید کی نماز کے بعد امریکی فوجی مراکز سے ٹیلیفون کئی ہفتے تک آتے رہے جس میں وہ اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرتے تھے۔

امریکی فوجیوں کی قابل لحاظ تعداد اور خود امریکہ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کی تعمیری سرگرمیوں کا اثر تھا کہ امریکہ کی تاریخ میں پہلی بار امریکی کانگریس کی عمارت میں افطار پارٹی اور وہائٹ ہاؤس میں عید ملن تقریب منعقد کی گئی۔ اس میں ڈیڑھ سو مسلمانوں کو مدعو کیا گیا امریکی نائب صدر الگور واشنگٹن کے اسلامی مرکز گئے اور اسلام کے بارے میں اچھے اور مثبت خیالات کا اظہار کیا۔

برطانیہ جیسے اسلام دشمن اور مسلم کش ملک میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سینٹر قائم ہوا برطانی شہزادہ چارلس نے عالمی تہذیب پر اسلام کے اثرات اور انسانی سوسائٹی پر اس کے احسانات کا اعتراف کیا، برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے کہا کہ وہ ان دنوں قرآن مجید کا مطالعہ کر رہے ہیں تاکہ برطانیہ میں آباد مسلمانوں کے عقائد اور ان کے طرز فکر اور تہذیب سے واقف ہو سکوں۔

یہ صرف مغربی ممالک سے متعلق ہزاروں واقعات میں سے چند کا اجمالی ذکر تھا۔ ورنہ افریقی اور ایشیائی ملکوں میں قبول اسلام کے واقعات بکثرت پیش آرہے ہیں۔ ان ملکوں میں تو پوری پوری بستی اور پورے قبیلہ کا قبیلہ اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے، افریقی ملکوں میں سب سے زیادہ مساوات کا اثر پڑتا ہے۔ ہندوستان میں طبقاتی اونچ نیچ اور دلتوں پر برہمنوں کے مظالم نے بھی اسلام قبول کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا، اس کے علاوہ خود ہندوؤں کے مذہبی عقائد اور رسوم نے بھی ہندومت کے خلاف ان کے ماننے والوں میں نفرت پیدا کی، متعدد واقعات ایسے بھی پیش آئے کہ بعض ہندو نوجوانوں نے اپنی ماں کی موت پر اس کو جلتے دیکھ کر اور مردہ کی بے حرمتی کی تاب نہ لاکر اسلام قبول کر لیا کہ اس مذہب میں مرنے کے بعد بھی عزت کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اسلامی بیداری کی لہروں کا دوسرا پہلو خود مسلمانوں سے متعلق ہے، یہ بیداری بعض مسلمان ملکوں اور دینی دعوتی جماعتوں اور بعض

(۱) مغربی جرمنی میں آٹھ سال کے اندر بارہ ہزار خواتین نے اسلام قبول کیا ہے۔ سابق جرمن سفیر متین ترک نے اسلام قبول کرکے اپنا نام مراد ہوفمین رکھا ہے اور اسلام کے دفاع اور اس کے مؤثر تعارف میں کئی کتابیں لکھیں جو بڑی دلچسپی سے پڑھی جا رہی ہیں۔ سرکاری حلقوں نے اب مسلمانوں کو اس کی اجازت دے دی ہے کہ تعلیمی اداروں میں دینیات کا نصاب پڑھایا جائے۔

ممتاز داعیوں اور اہل قلم کی سرگرم جد و جہد کے نتیجہ میں پیدا ہو رہی ہے، مسلم ممالک میں سر فہرست مملکت سعودی عرب ہے جس نے بلاشبہ خلافت کے الغا کے بعد اسلامی دنیا کی پاسبانی کا فریضہ بڑی حد تک انجام دیا ہے اور اس خلا کو پُر کرنے کی کوشش کی جو خلافت کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے اندر پایا جا رہا تھا۔ دوسرے نجی وہ رفاہی ادارے ہیں جن کو مخیر امراء کی سرپرستی حاصل ہے۔

۱۹۲۴ء میں مصطفیٰ کمال نے خلافت عثمانیہ کے الغا کا جب اعلان کیا تو پورے عالم اسلام میں زبردست ردِ عمل ہوا۔ اور عام طور سے مایوسی اور شکست خوردگی کا احساس مسلمانوں کو ہوا۔ اس نازک صورتحال سے بچنے کے لئے مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جد و جہد کا آغاز کردیا ہندوستان میں تحریک خلافت نے دینی و سیاسی شعور بیدار کرنے میں بنیادی رول ادا کیا، دینی تعلیم کا دائرہ بھی پھیلنے لگا۔ دینی جماعتوں نے برصغیر کے مسلم نوجوانوں کے ذہنوں میں اسلام کے بارے میں پیدا ہونے والے شکوک اور ملحدانہ خیالات کو دور کرکے از سر نو اسلام پر اعتماد بحال کرنے کا کام کیا۔ عوام کے اندر بھی بڑے پیمانہ پر دین کی بنیادی تعلیمات کو عام کرنے کی جد و جہد کی گئی۔ برصغیر سے نکل کر یہ کام دنیا کے تمام ملکوں میں پھیل رہا ہے، مصر میں امام حسن البنّاؒ اور ان کی تحریک اخوان المسلمین کے ذریعہ پورے عالم عربی میں دینی بیداری کی عام لہر پیدا ہوئی، فرماں روائے سعودی عرب ملک عبدالعزیز نے پہلے مرحلے میں حجاز میں امن و امان قائم کیا، پھر عوام میں پھیلے شرک و بدعات کی طرف توجہ دی جب اللہ تعالیٰ نے سیال سونے کی دولت سے مالامال کیا تو مملکت کے تمام فرمانرواؤں نے پوری دنیا کے مسلمانوں میں دینی بیداری میں آگے بڑھ کر حصہ لیا۔ اور دنیا کے تمام خطوں میں بسنے والے مسلمانوں کی (اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں) مادی اور اخلاقی سرپرستی اور اسلامی دعوت کو عام کرنے کی طرف توجہ کی، جن ملکوں میں پہلے سے دعوت دین اور دینی تعلیم کا کام ہو رہا تھا ان کے تعمیری اور تعلیمی منصوبوں کی تکمیل میں بے دریغ مدد دی، افریقہ، ایشیا، امریکہ، یورپ، آسٹریلیا میں اپنے نمائندوں کو بھیج کر اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا سروے کرایا اپنے خرچ پر مساجد مدارس تعمیر کرائے، شفاخانے اور ریڈیو اسٹیشن قائم کئے کنویں کھدوائے، یتیم خانے بنوائے، کویت کے رفاہی اداروں۔ الھیئۃ الخیریہ، سعودی عرب کے رابطہ عالم اسلامی، جامعہ اسلامیہ، وزارت اوقاف، دارالافتاء، ندوۃ الشباب الاسلامی مؤسسۃ الحرمین، مؤسسۃ اقرا الخیریہ، مؤسسۃ الملک فیصل الخیریہ جیسے رفاہی اداروں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کی بھی مختلف طریقوں سے مدد کی، حرمین شریفین کی تعمیر کے بعد دوسرا بڑا کارنامہ سعودی عرب کا یہ ہے کہ اس نے قرآن مجید کی طباعت اور اس کی مفت تقسیم کا مبارک کام اپنے ذمہ لیا۔ دوسری طرف تمام براعظم کے مسلمان نوجوانوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے اپنی تعلیم گاہوں کے دروازے کھول دیئے، رابطہ عالم اسلامی کے ذریعہ ساٹھ ہزار سے زائد مساجد تعمیر کرائیں، پچیس ہزار مدارس کی تعمیر و توسیع کے لئے مدد دی، مؤسسۃ الملک فیصل الخیریہ نے دینی، دعوتی، ادبی اور علمی میدانوں میں کام کرنے والے داعیوں، مربیوں اور علماء و محققین کی حوصلہ افزائی کے لئے گراں قدر انعامات دیئے (۱) سعودی عرب کویت، قطر، عرب امارات اور لیبیا نے ملکی ترقی کے لئے مسلمان ماہرین سے مدد لی، اس سے ایک طرف مسلمانوں میں اقتصادی خوشحالی آئی دوسری طرف خود ان کے عقائد و اعمال میں بنیادی تبدیلیاں آئیں، تیسری طرف غیر مسلم کارکنوں اور فنی ماہرین نے عربوں کے درمیان رہ کر بغیر کسی تحفظ کے مسلمانوں کو قریب سے دیکھا، ان کے عقائد و تہذیب کا مطالعہ و مشاہدہ کیا۔ وہاں کے امن و امان اور مساوات کی اسلامی فضا دیکھ کر تاثر قبول کیا، ایک تعداد نے وسیع تر اسلامی برادری سے اپنا رشتہ جوڑ لیا، اور ایک تعداد کے اندر اسلام کے تئیں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوئے اور ان کے ذہنوں کی سلوٹیں دور ہوئیں، عرب ممالک میں سالانہ تین ہزار سے زائد اسلام قبول کرنے کا اوسط ہے اس میں خواتین کا تناسب ۲۰ فیصدی ہے (۲)

جدید ترین ذرائع ابلاغ سے بھی سعودی عرب کویت، قطر اور ترکی نے فائدہ اٹھایا ہے جس کے بڑے اور دور رس اثرات مرتب ہو رہے ہیں ۱۹۹۹ء میں حج کے شعائر کو سعودی عرب نے B.B.C، STAR اور C.N.N کے ذریعہ ایک سو بیس ملکوں تک نشر کرنے کا معاہدہ کیا اس کے ساتھ اس کا بھی اہتمام کیا کہ آن ایئر پروگرام میں فون کے ذریعہ اسلام کے متعلق دنیا بھر سے سوالات کئے گئے، جن کے جوابات اسی وقت

(۱) تین سال سے دبئی کی حکومت نے بھی سالانہ اسلامی شخصیت ایوارڈ دینے کا مبارک سلسلہ شروع کیا ہے۔

(۲) یہ خواتین عام طور سے گھریلو خادمائیں ہوتی ہیں، جو سری لنکا، فلپائن اور جنوبی ہند سے تعلق رکھتی ہیں۔

ریاض اور جدہ کے اسٹوڈیو سے ممتاز عالموں اور داعیوں نے انگریزی اور فرنچ میں دیئے، حج کے بعد کی رپورٹوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس عالمی پروگرام کو دیکھ کر ٹی وی مشاہدین نے یورپ وامریکہ کے اسلامی مراکز سے جو رابطہ فون کے ذریعہ قائم کیا اس کی تعداد آٹھ لاکھ سے زائد تھی، ان مشاہدین کی نصف تعداد ایسی تھی جس نے اعتراف کیا کہ اسلام کے بارے میں ان کے ذہنوں میں بڑے شکوک وشبہات تھے اور مسلمانوں کے متعلق بدگمانیاں بڑھ گئی تھیں۔

سعودی عرب، کویت، قطر، اور ترکی میں انٹرنٹ اور ٹی وی کے ذریعہ پوری دنیا میں اسلامی دعوت کو پھیلانے کی کوشش کی جا رہی ہے، ترکی میں تین ٹیلیویژن کمپنیاں اسلامی اصول وضوابط کے مطابق اعلیٰ معیار کے ساتھ اپنا پروگرام پیش کر رہی ہیں۔ ان کا دائرہ مشرقی یورپ اور مغربی جرمن تک پھیلا ہوا ہے۔ اقتصادی اعتبار سے بھی ان کمپنیوں کو فائدہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف اسلامی اصولوں کے مطابق اقتصادی بنک اور تجارتی کمپنیاں اور کارخانے قائم ہو رہے ہیں۔ جنھوں نے ملک کو خودکفیل بنانے میں زبردست پیش قدمی کی ہے۔ ترکی میں تیار کئے گئے ٹی وی پروگرام کی مانگ دوسرے عرب ملکوں میں بھی ہو رہی ہے قطر کی حکومت نے ایک فضائی چینل قائم کر کے اسلامی دعوت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ اس چینل کو ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی رہنمائی اور سرپرستی حاصل ہے۔ اگرچہ اسلامی بینک اسلامی ملکوں میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن مغربی ملکوں میں اسلامی بینکوں کا بڑا استقبال کیا جا رہا ہے۔ غیر مسلم تاجروں اور سرمایہ داروں نے ایسے بینکوں میں سرمایہ لگانے میں دلچسپی ظاہر کی ہے، مغربی ملکوں میں روز بروز ان بینکوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے، بالفاظ دیگر اقتصادی میدانوں میں بھی مسلمان مغربی ملکوں میں آگے بڑھ رہے ہیں، کمپیوٹر سافٹ ویر کے دوسرے بڑے صنعت کار کیلیفورنیا میں ایک مسلمان ہیں جو بل گٹس کمپنی کے سب سے بڑے سپلائر ہیں۔

یورپ وافریقہ کے علاوہ اسلام نے جہاں اپنا راستہ بنایا اور دبے کچلے مسلمانوں میں اسلامی بیداری کی لہریں پیدا ہوئیں وہ روس ہے جو دنیا کی دوسری بڑی طاقت تھی اور اپنی آہنی دیواروں کی بدولت ستر سال تک ناقابل شکست سمجھی جاتی تھی، اس کی مضبوط فولادی دیواروں کو اسلام کی شعاعوں نے پگھلا کر رکھ دیا۔ اب اس سپر پاور کو اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے پڑ رہے ہیں اور چیچنیا کے نہتے مسلمانوں سے امن کی بھیک مانگنے پر مجبور ہو رہا ہے۔ اس عظیم طاقت کے شیرازہ بکھرنے کی ابتداء ١٩٧٩ء سے ہوئی، جب روسی فوجوں نے افغانستان پر یورش کی جو روسی فوجی افغانستان میں جنگ کرنے آئے وہ یا تو افغان مجاہدین کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہونچے یا پھر اسلام کی زنجیروں میں ہمیشہ کے لئے اسیر ہو گئے۔ روس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روسی مسلمان فوجیوں کو اس منصوبے کے تحت بھیجا تھا کہ یا تو یہ اپنے ہم مذہب بھائیوں کو مار کر آئیں گے، یا ان کی لاشیں آئیں گی ہر حال میں ہماری چاندی ہوگی۔ لیکن یہ سارے منصوبے الٹے ہو گئے۔ یہ روسی مسلمان فوجی افغانستان سے واپس آئے تو نئے جذبے کے ساتھ واپس ہوئے۔ انھوں نے اپنے اپنے علاقے میں اسلامیت کی تبلیغ شروع کر دی دوسری طرف افغانستان میں زبردست جانی اور مالی خسارے نے روس کی کمر توڑ کر رکھ دی، امریکی سی، آئی، اے نے امریکی ذمہ داروں کو رپورٹ دی کہ اگر افغانستان میں جاری جہاد کو ختم کرنے کی جلد کوشش نہیں کی گئی تو روس کا شیرازہ بکھرے گا ہی، خود یورپ امریکہ کے وسیع تر مفادات متأثر ہوں گے اس لئے کہ افغانستان کی جنگ سے پوری دنیا کے مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار ہو رہی ہے خصوصاً عرب ممالک سے مجاہدین افغانستان پہنچ رہے ہیں، جس سے یہ اندیشہ قوی ہوتا جا رہا ہے کہ مسلم ممالک میں قائم آمرانہ وملحدانہ حکومتوں کا زوال ہو جائے گا۔ بالفاظ دیگر ان ممالک کے جو مفادات وابستہ ہیں ان پر کاری ضرب لگے گی بالآخر روس پر دباؤ ڈال کر امریکہ نے اس کو افغانستان سے باعزت پسپائی پر مجبور کر دیا۔ اس طرح دنیا کی دوسری بڑی طاقت روس کو شکست دینے کا منصوبہ بنانے والے مرد مومن جنرل ضیاء الحق شہید، جنرل اختر عبدالرحمن شہید کی پیشنگوئی پوری ہو گئی کہ افغانستان کی جنگ کا خاتمہ روس کی سرزمین پر ہوگا۔ اور جب پروپیگنڈے اور فوجی آمریت کی بنیاد پر قائم اشتراکی روس کی عمارت چشم زدن میں زمیں بوس ہو گئی تو یہ خوشگوار انکشاف ہوا کہ ستر سال سے روسی مسلمان اسلام کو اپنے سینوں سے لگائے ہوئے ہیں۔ اب ان کے اندر اسلامی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے۔ اسلام کی طرف از سر نو واپس آ رہے ہیں، اور یہ خون صد ہزار انجم کا فطری نتیجہ ہے[1]

(١) روسی جمہوریتوں کی آزادی کے بعد علاقوں کے مسلمان اپنے مدارس قائم کر رہے ہیں اور اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے عرب ممالک بھیج رہے ہیں، لیکن بہت سی ریاستیں سیاسی آزادی کے باوجود ابھی تک روسی جال سے نہیں نکل سکیں۔ اس کے علاوہ مغربی ممالک اور اسرائیل بھی ان مسلم ریاستوں کو اقتصادی اور فنی اور فوجی امداد کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اگر عرب ممالک اور پاکستان وترکی

اب مسلمان اس انتظار میں ہیں کہ جس طرح امریکہ کا اخلاقی زوال ہو گیا ہے اسی طرح اس کا سیاسی شیرازہ بھی بکھر جائے اور ہم تمام مسلمان اس جنازہ کی تدفین کا تماشہ دیکھیں وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

امریکہ کے اخلاقی زوال کی طرف ہم آغاز ہی میں اشارے کر چکے ہیں اس سلسلہ میں امریکی مفکرین اور دانشوروں کی شہادتیں بھی پیش کر چکے ہیں جہاں تک اقتصادی زوال کا تعلق ہے تو اس میدان میں بھی اس کے زوال کا آغاز ہو چکا ہے امریکی اقتصادیات پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے کہ امریکی خلیجی ملکوں کے دفاع پر سالانہ تیس سے ساٹھ ارب ڈالر خرچ کر رہا ہے تاکہ جاپان، چین، ایران، عراق اور روس پر قابو پا سکے۔ لیکن اصل فائدہ جاپان کو ہو رہا ہے۔ جس نے برقی سازوسامان کی مصنوعات پر قبضہ کر کے امریکہ کو عالمی مارکیٹ سے نکال باہر کیا ہے، دوسرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ امریکہ اسرائیل کے وجود کی حفاظت کی خاطر اتنے اخراجات کر رہا ہے تاکہ مشرق وسطیٰ سے وابستہ امریکی مفادات کو نقصان نہ پہونچے۔ اس کی بنا پر امریکہ ہر سال دو کھرب ڈالر کا مقروض ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ معاشی نمو کی شرح بالکل گھٹ گئی ہے، پال کینیڈی نے ١٩٧٦ء میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا عنوان تھا "بڑی طاقتوں کا عروج وزوال"۔ اس میں مصنف نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ اس صدی کے آخر تک امریکی صدی کا خاتمہ ہو جائے گا، جس کی ابتداء دوسری عالمی جنگ عظیم سے ہوئی تھی، مصنف کا کہنا ہے کہ جس سرعت سے امریکہ اپنی فوجی طاقت پر ڈالر خرچ کر رہا ہے اسی تیزی سے اس کی اقتصادی طاقت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ یہی حال امریکہ سے پہلے بڑی حکومتوں کا تھا۔ اس غیر متوازن پالیسی کے نتیجہ میں سرمایہ کاری کم ہو جائے گی، اقتصادی نمو کی شرح میں کمی اور ٹیکسوں میں زیادتی ہو جائے گی۔ اس طرح سیاسی کشمکش میں اضافہ ہو جائے گا۔ مغربی ماہرین کے مطابق اس میں شبہ ہے کہ امریکہ اکیسویں صدی کے ساتھ صحیح معاملہ کر سکے گا۔

اقتصادی تجزیہ سے اس کی تائید ہوتی ہے، مثلاً ١٩٩٥ء میں عالمی بازار میں امریکی تجارت کا توازن تیس فیصدی تک گھٹ کر آ گیا مقامی مارکیٹ میں بھی جاپان کی وجہ سے اس کو پسپا ہونا پڑا، ٹیلیفون، برقی سازوسامان، مشینریز اور رنگین ٹی وی میں جاپان امریکی بازار پر چھا گیا۔ ان میدانوں میں دس فیصدی سے پچیس فیصدی تک اور بعض میدانوں میں نوّے فیصدی تک امریکی تجارت گھٹ گئی۔

عالمی سطح پر کمپنیوں کو دیکھئے تو ١٩٨٠ء میں امریکہ میں عالمی سطح کی کمپنیوں کی تعداد چوبیس تھی۔ تنہا جاپان میں ایسی کمپنیوں کی تعداد ٥٣ تھی۔ امریکہ کے پاس پہلے سو بینک تھے جو عالمی سطح پر کام کرتے تھے۔ یہ تعداد گھٹ کر گیارہ رہ گئی ہے۔ جبکہ جاپان کے پاس اٹھائیس عالمی بینک ہیں، تیسرے نمبر پر جرمنی ہے جس کے پاس گیارہ عالمی بینک ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھ کر ایک گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو چاہیئے کہ اپنے وجود کو باقی رکھنے کے لئے مزید اخراجات سے نہ ڈرے، تاکہ عالمی مارکیٹ اس کے قبضہ میں رہے، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ امریکہ کو اپنے داخلی امور سے نمٹنا چاہیئے، باہر کی طرف دیکھنا نہیں چاہیئے، اس گروپ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ٢٠٢٥ء تک امریکہ کے اصل باشندوں کی تعداد اقلیت میں رہ جائے گی۔ دوسرے ملکوں کے لوگ (کالے) اکثریت میں ہو جائیں گے، اس لئے باہر سے آنے والوں پر پابندی عائد کر دی جائے۔ خصوصاً عربوں اور مسلمانوں پر، جن کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور ان کی وجہ سے امریکی سرزمین پر تشدد پروان چڑھ رہا ہے، امریکہ کو چاروں طرف سے خطرہ ہے، اخراجات کے مقابلے میں نفع کم ہے، اس بات کو لے کر امریکہ میں بحث ومباحثہ ہو رہا ہے۔ یہودی گروپ کہتا ہے کہ عرب اور مسلمان امریکہ کے لئے خطرہ ہیں، آئندہ جو تصادم ہوگا وہ تہذیبوں کا ہوگا۔ اس کشمکش میں مسلمان چین کے حلیف ہوں گے تاکہ امریکہ سے نمٹ سکیں، دوسرا گروپ کہتا ہے کہ تیسری دنیا سے ہمیں کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیئے، ایسی دنیا جو وباؤں اور تشدد سے بھری ہوئی ہے، ہم اسرائیل پر بلاوجہ کیوں اربوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں۔ فوجی اور اقتصادی امداد کے علاوہ اربوں ڈالر کا عوامی چندہ بھی دیا جاتا ہے، ہم نے ایک چھوٹے سے ملک کی خاطر درجنوں ملکوں کو ناراض کر لیا ہے۔ اور ہمارے دشمنوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

(از: مغربی میڈیا اور اس کے اثرات)

(بقیہ حاشیہ)

منصوبہ بند طریقہ سے فنی واقتصادی اور فوجی مدد کریں اور نوجوانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا صحیح انتظام کریں تو روسی ذہنیت سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کی ایک اہم رفاہی و دینی تنظیم الحرمین فاؤنڈیشن نے گذشتہ دنوں دنیا کے مختلف ممالک خصوصاً غیر مسلم ملکوں میں کئی ہزار مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر کا منصوبہ تیار کرلیا ہے اس منصوبے کے پہلے مرحلے میں ایتھوپیا اور نائجیریا میں ۲۵۹ مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر شامل ہے۔

اس منصوبے کا اعلان فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر شیخ عقیل بن عبدالعزیز العقیل نے ریاض میں ایک پریس کانفرنس کے دوران کیا انھوں نے بتایا کہ فاؤنڈیشن کی جانب سے فی الوقت ایتھوپیا میں ۲۵۹ اور نائجیریا میں سو مساجد اور اسلامی مراکز کی تعمیر کا آغاز ہوچکا ہے جس کو آئندہ چار سال میں مکمل کیا جائے گا۔ اور اب تک ایتھوپیا میں ۲۲ مساجد کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے، انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور فاؤنڈیشن کی جانب سے متعین مبلغین اور دعاۃ کی کوششوں سے ایتھوپیا میں نئی مساجد کے علاقے میں دو سو مختلف گھروں سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۹۴۰ افراد نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا ہے نیز انھوں نے بتایا کہ نائجیریا جو افریقہ کے جنوب میں واقع وسیع وعریض ملک ہے اس کی آبادی ۱۲۰ ملین افراد پر مشتمل ہے جن میں ساٹھ فیصد مسلمان ہیں اس ملک میں اسلامی دعوت کے کام کی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہاں عیسائی تنظیمیں دن بدن متحرک ہوتی جارہی ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت جو دین کے مبادیات سے ناواقف ہے ان سے متأثر ہوتی چلی جارہی ہے، دیگر منصوبوں کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ عقیل نے بتایا کہ فاؤنڈیشن کی جانب سے انڈونیشیا میں یتیم مسلمان بچوں کیلئے ایک عظیم اقامتی دارالعلوم کی تعمیر کا عمل جاری ہے اس کیلئے ...... مربع میٹر زمین بھی خریدی جاچکی ہے اور انشاء اللہ اس مرکز کی تکمیل کے بعد ہزاروں مسلمان یتیم بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے قیام و طعام کا مکمل انتظام ہوگا۔

● اسرائیلی فوج کے محکمہ سراغ رسانی کے سابق سربراہ کا کہنا ہے کہ فلسطینیوں کی بڑھتی ہوئی آبادی اسرائیل کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے، یہ دیگر خطرات مثلاً فلسطینی تحریک انتفاضہ صہیونی عسکری پسپائی پر مقدم ہے اس خطرہ کی بنیاد یہ ہے کہ عرب حلقہ میں قدرتی طور پر بڑھتی ہوئی آبادی کا تناسب یہودیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے اسی صورت میں یہودی اکثریت کا زیادہ عرصہ باقی رہنا ممکن نہیں ہے اور ایک یا زیادہ سے زیادہ دو نسلوں کے دوران اسرائیل کی ایک صہیونی ریاست کی حیثیت ختم ہوجائے گی۔

● واشنگٹن ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ۱۹۹۹ء کے اعداد و شمار کے مطابق ۳۹ لاکھ ۵۹ ہزار ۴ سو تیرہ بچوں کی ولادت ہوئی جن میں ۱۳ لاکھ ۸ ہزار ۵ سو ۶۰ بچوں کو بن بیاہی ماؤں نے جنم دیا۔

تجزیہ نگاروں کے خیال میں اس اضافہ کا سبب جغرافیائی تبدیلیاں اور غیر شادی شدہ جوڑوں کا بچے پیدا کرنے کا رجحان ہے، مزید یہ کہ امریکہ کے صرف ۴ گورنروں نے شادی کے مسئلے پر توجہ دی۔

بچوں کے رجحان کی ایک ماہر خاتون نے کہا کہ متعدد جوڑے شادی کو ملتوی کررہے ہیں لیکن بچوں کی پیدائش جاری رکھے ہوئے ہیں، بن بیاہی ماؤں کی عمر بیس سال یا اس کے قریب ہیں سیاہ فام امریکی خواتین میں شادی کے بغیر ماں بننے کی شرح ۶۹ فیصد ہے۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔ ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔

فون نمبر: ۵۔۳۴۴۴۴۳

محمد لیسین محمد یامین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی

آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

مطالعہ کی میز

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: اللہ کے اسمائے حسنیٰ

مرتب: قاضی عبید اللہ صدیقی

صفحات: ۳۲، سائز $\frac{18\times22}{8}$، قیمت دس روپئے

ملنے کا پتہ: مدرسۃ الفلاح ۱۴۰ آزاد نگر اندور-۴۵۲۰۰۱

اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات کا تعارف کرانا کسی بے بس کی بات نہیں اور نہ ہی کسی کے پاس اتنا علم ہے کہ اس کی ذات کا تھوڑا بھی تعارف کرا سکے۔

اللہ کے بے شمار نام ہیں جن کو وہی جانتا ہے، اور اس کی صفات بے انتہا کا علم اسی کو ہے سارے جہاں کا مالک وہی ہے بلکہ وہ مالک الملک ہے، قادر مطلق ہے، رزاق ہے، وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔ ہر چیز اس کے قبضہ و قدرت میں ہے، نہ اس سے بڑا کوئی ہے اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق آقائے نامدار تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ (جن کے ساتھ ہمیں دعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے) ننانوے نام ہیں جو ان کا احاطہ کرے گا (یاد کرلے گا اور پڑھتا رہے گا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔

درحقیقت اگر اخلاص کے ساتھ اسمائے حسنیٰ کو پڑھا جائے تو انشاء اللہ تمام پریشانیوں سے نجات مل سکتی ہے، اور انسان دنیاوی اعتبار سے بے شمار برکتوں کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اور اخروی لحاظ سے کامیاب ہوسکتا ہے۔

پیش نظر کتاب "اللہ کے اسمائے حسنیٰ" جناب قاضی عبید اللہ صاحب نے مرتب کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ ناموں کی تشریح و خواص دعاؤں کی مشہور و مستند کتاب حصن حصین (مؤلفہ امام محمد بن محمد بن محمد الجزری شافعی رحمۃ اللہ علیہ) سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب نے کیا ہے۔ ہم یہاں پر مثال کے طور پر اَللّٰہُ۔ اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِیْمُ کے خواص و فوائد پیش کررہے ہیں۔

● اَللّٰہ: خدا کا نام:۔ جو شخص روزانہ ایک ہزار مرتبہ "یَااَللّٰہُ" پڑھے گا انشاء اللہ اس کے دل سے تمام شکوک و شبہات دور ہوجائیں گے۔ اور عزم و یقین کی قوت نصیب ہوگی۔ جو لاعلاج مریض بکثرت یَااَللّٰہُ کا ورد رکھے اور اس کے بعد شفاء کی دعا مانگے اس کو شفاءِ کامل نصیب ہوگی۔

● اَلرَّحْمٰنُ بے حد رحم کرنے والا۔ جو شخص روزانہ ہر نماز کے بعد سو مرتبہ "یَارَحْمٰنُ" پڑھے گا اس کے دل سے انشاء اللہ ہر قسم کی سختی اور غفلت دور ہوجائے گی

● اَلرَّحِیْمُ بڑا مہربان: جو شخص روزانہ ہر نماز کے بعد سو مرتبہ "یَارَحِیْمُ" پڑھے گا تو تمام دنیوی آفتوں سے انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔ اور تمام مخلوق اس پر مہربان ہوجائے گی۔

اسی طرح ننانوے ۹۹ ناموں کے خواص و فوائد کتاب میں لکھے گئے ہیں جن سے ہر شخص اپنی ضرورتوں کے مطابق استفادہ کرسکتا ہے۔

اللہ کریم کی ذات سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول عام بخشے اور اس سے مسلمانوں کو فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیوی اور اخروی اعتبار سے نجات و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔

نام کتاب: اھدنا الصراط المستقیم

مؤلف: تاج الدین اشعر رام نگری

صفحات: ۱۹۲، سائز $\frac{18\times22}{8}$، قیمت ۶۰/- روپئے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ تحفظ ملت ۲/۱۱ رام نگر وارانسی (یوپی)

جناب تاج الدین اشعر رام نگری معروف انشاء پرداز صاحب قلم ادیب اور کہنہ مشق شاعر ہیں ان کی ادارت میں تیس ۳۰ سال سے ایک روزنامہ "قومی مورچہ" اخبار بنارس سے نکل رہا ہے، وہ ایک حساس اور دردمند دل رکھتے ہیں اور اپنے اخبار میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مفید مشورے بھی دیتے ہیں اور ہر جمعہ کو "کلمۃ الیوم" کے عنوان سے خالص دینی علمی اور اصلاحی اداریہ بھی لکھتے ہیں جو بہت مقبول اور مفید ثابت ہوتے ہیں، ان میں سے ستر اداریوں کو منتخب کرکے جناب تاج الدین صاحب نے اس کتاب میں جمع کردیئے ہیں جس کا نام "اھدنا الصراط المستقیم" رکھا۔ کتاب کے اندر جگہ جگہ واقعات و قصص کو بطور عبرت پیش کرکے نتائج دکھلائے گئے ہیں کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور نوجوانوں کے لئے ایک دینی و اصلاحی تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی علیہ الرحمۃ

کا

سنگِ بُنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے لیکر اب تک گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دارالعلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دارالعلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کر کے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کر دیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دارالاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دارالعلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷؍ جولائی سنہ ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس۴۰ کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس۱۰ طلباء سہولت کے ساتھ قیام کر سکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار۴۰۰ سو طلباء اور چار۴ نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں میں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جا رہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دارالاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)

نوٹ :۔ چیک یا ڈرافٹ ناظم ندوۃ العلماء کے نام بنائیں۔

NAZIM NADWATUL ULAMA

منی آرڈر اور مرسلہ رقم جس مد کی ہو اس کی صراحت ضرور کریں اور ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں

ناظم
ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳
ندوہ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۰۷

NAZIM
NADWATULULAMA
P. B. NO. 93 - NADWA
LUCKNOW - 226007

محمد نام کے چار خوش نصیب محدثین

تیسری صدی ہجری میں مصر میں چار محدثین بہت مشہور ہوئے چاروں کا نام محمد تھا۔ اور چاروں علم حدیث کے جلیل القدر ائمہ میں شمار ہوئے ان میں سے ایک محمد بن نصر مروزیؒ ہیں دوسرے محمد بن جریر طبریؒ، تیسرے محمد بن المنذرؒ اور چوتھے محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ۔ ان کا ایک عجیب واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے، یہ چاروں حضرات مشترک طور سے حدیث کی خدمت میں مشغول تھے بسا اوقات ان کا علمی خدمات میں انہماک اس قدر بڑھتا کہ فاقوں تک نوبت پہنچ جاتی، ایک دن چاروں ایک گھر میں جمع ہو کر احادیث لکھنے میں مشغول تھے کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ بالآخر طے پایا کہ چاروں میں سے ایک صاحب طلب معاش کیلئے باہر نکلیں گے۔ تاکہ غذا کا انتظام ہو سکے، قرعہ ڈالا گیا تو حضرت محمد بن نصر مروزیؒ کے نام نکلا۔ انھوں نے طلب معاش کے لئے نکلنے سے پہلے نماز پڑھی اور دعا کرنی شروع کردی۔

یہ ٹھیک دوپہر کا وقت تھا اور مصر کے حکمران احمد بن طولونؒ اپنی قیام گاہ میں آرام کر رہے تھے ان کو سوتے ہوئے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ فرما رہے تھے کہ:۔ محدثین کی خبر لو ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے۔

ابن طولون بیدار ہوئے تو لوگوں سے تحقیق کی کہ اس شہر میں محدثین کون کون ہیں؟ لوگوں نے ان حضرات کا پتہ دیا ابن طولونؒ نے اُسی وقت ان کے پاس ایک ہزار دینار بھجوائے اور جس گھر میں وہ خدمت حدیث میں مشغول تھے اسے خرید کر وہاں ایک مسجد بنوادی اور اسے علم حدیث کا مرکز بنا کر بڑی بڑی جائیدادیں وقف کردیں۔

(البدایہ والنہایہ ص ۱۰۳، جلد ۱۱، سن ۲۹۴ھ و ص ۱۴۶ جلد ۱۱، سن ۳۲۱ھ)

(بحوالہ تراشے۔ ص ۱۳۲)

طالب دنیا

انیسؔ احمد الہ آبادی

کاش میں کالج میں پڑھتا مدرسہ میں آگیا
خیر جو کچھ ہونا تھا ہو گیا اب کیا کروں
مدرسوں سے تو ہمیشہ مجھکو وحشت تھی مگر
دیکھتے ہو اس زمانہ کو کہ کیا رفتار ہے
کوٹ اور پتلون، بو شرٹ یہ مرا ہوتا لباس
کاش کر لیتا میں بی اے انٹر تو ہوتا کامیاب
عیش و عشرت ناز و نعمت میں یہ کٹتی زندگی
چند دن کی زندگی ہے زندگانی پھر کہاں
اے انیس آپ ہی بتائیں میں غلط کہتا نہیں
کوئی جا کر بات یہ سمجھائے ابا جان کو

اپنے ابا جان سے میں یار دھوکہ کھا گیا
سوچتا ہوں رات ہو جائے یہاں سے بھاگ لوں
ہائے میری زندگی اب لگ گئی ہے داؤں پر
کرتا پاجامہ و داڑھی رکھنا تو دشوار ہے
دل لگا کر خوب پڑھتا ٹھاٹ سے ہو جاتا میں پاس
نوکری ملتی تو رشوت بھی میں لیتا بے حساب
عید اور بقرعید میں کرتا خدا کی بندگی
لوٹ لوں میں بھی مزے دنیائے فانی پھر کہاں
یعنی کالج کے مقابل مدرسہ اچھا نہیں
ورنہ میں سیدھا نکل جاؤنگا انگلستان کو

طالب دین

اللہ اللہ اپنی قسمت مدرسہ میں آگیا
مدرسہ کو چھوڑ کر اب میں نہ جاؤنگا کہیں
مدرسہ کی ایک اک شئے سے مجھے اتنا ہے پیار
سارے استاذ اور طلباء سب کے چہروں پر ہے نور
دال روٹی میں ہے وہ نورانیت مت پوچھئے
شکر ہے اللہ کا گھر میں بہت کھانے کو ہے
کتنا ہے ماحول اچھا کتنی پیاری زندگی
وہ حدیثوں کی شرح، تفسیر قرآن مبیں
درجہ حفظ و قرأت میں چہچہاتے عندلیب
مسجد و محراب و منبر، درسگاہوں کا وہ نور
یہ وہ دولت ہے کہ جس پر سلطنت قربان ہو
میرے اللہ میرے ابا جان کو بہتر صلہ
علم نافع تو عطا کر مجھ کو اے میرے خدا
اپنے استاذوں کا میں کرتا رہونگا احترام
مجھ کو تو قرآن کے پاروں کا حافظ دے بنا
یا الٰہی تو عطا کر مجھ کو تقویٰ کا لباس
علم دے اور مجھ کو توفیق عمل بھی کر عطا
خوب محنت سے کروں میں علم حاصل اے خدا
سنت نبوی پہ قائم رہ کے بڑھنا چاہئے
عشق مولا کے نشے میں چور رہنا چاہئے
میں نہ ہو جاؤں کہیں شہوت کی لائن سے تباہ
میں شریعت پر عمل کرتا رہوں تا زندگی
سیم و زر لعل و گہر گر پاس آجائیں تو کیا
دنیا و مافیہا سے بڑھ کر یہ میرا ایمان ہے
بے غرض ہو کر میں تیرے دین کی خدمت کروں

ایسا لگتا ہے کہ دنیا ہی میں جنت پا گیا
چھوڑ کر میں اپنے گھر کو پڑھنے آیا ہوں یہیں
یعنی بوسیدہ چٹائی پھر بھی میں دل سے نثار
روشنی علم پھیلے گی یہاں سے دور دور
فرش پر سو رہنے کی حقانیت مت پوچھئے
مدرسہ میں دل مرا روحانیت پانے کو ہے
رات دن ذکر خدا ہے ہر نفس یاد نبیؐ
وہ فقہ پر بحث و وہ تکرار ایمان و یقیں
بیٹھ جاتا ہوں انیس اس وقت میں ان کے قریب
وہ خشوع اور وہ خضوع، وہ حال وہ کیف و سرور
بات وہ سمجھے گا جس کے دل میں کچھ ایمان ہو
تو عطا کر، مدرسہ میں ہو گیا ہے داخلہ
مجھ میں کیا طاقت ترے ہی فضل کا ہے آسرا
جن سے مجھ کو علم ہوگا کیا ہے جائز کیا حرام
اور معانی کو بھی مجھ پر کھول دے میرے خدا
اور طریقہ غیر کا آنے نہ پائے میرے پاس
یا الٰہی مانگتا ہوں تجھ سے میں تیری رضا
رب زدنی علم دیں دین محمد مصطفےٰ
اس طرح راہ خدا میں آگے بڑھنا چاہئے
اور گناہوں سے ہمیشہ دور رہنا چاہئے
اے خدا ہر دم رہے مجھ پر حفاظت کی نگاہ
تو مرا معبود ہے تیری کروں میں بندگی
ساری دنیا کی حکومت بھی جو پا جائیں تو کیا
شکر ہے تیرا کہ میرے سینہ میں قرآن ہے
جان کی بھی گر ضرورت ہو تو اپنی جان دوں

کوئی یہ بتلادے جا کر میرے ابا جان کو
میں نے سینہ سے لگا رکھا ہے اب قرآن کو